صرف احباب جماعت کی تعلیم وتربیت کے لیے

انٹرنیشنل

مدیر: مدثر عزیز

قیمت فی پرچہ -/5 یورو

فون: +49-308735703

Email: generalsecretaryaaiil@gmail.com

احمدیہ انجمن لاہور (جرمنی) کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

جلد نمبر 01 | 23 رجب تا 23 شعبان 1437 ہجری یکم مئی تا 31 مئی 2016ء | شمارہ نمبر 9

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

روزہ سے تزکیہ نفس ہوتا ہے

روزہ دار کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے

’’۔۔۔پھر تیسری بات جو اسلام کا رکن ہے وہ روزہ ہے۔ روزہ کی حقیقت سے بھی لوگ ناواقف ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جس ملک میں انسان جاتا نہیں اور جس عالم سے واقف نہیں اس کے حالات کو کہاں بیان کرسکتا ہے۔ روزہ اتنا ہی نہیں کہ اس میں انسان بھوکا پیاسا رہتا ہے بلکہ اس کی حقیقت اور اس کا اثر جو تجربہ سے معلوم ہوتا ہے انسانی فطرت میں ہے کہ جس قدر کم کھاتا ہے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشفی قوتیں بڑھتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کا منشاء اس سے یہ ہے کہ ایک غذا کو کم کرو اور دوسری کو بڑھاؤ۔ ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدنظر رکھنا چاہیے کہ اس کا اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اس کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتل اور انقطاع حاصل ہو۔ پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے۔ دوسری روٹی کو حاصل کرے جو رُوح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح وتہلیل میں لگے رہیں جس سے دُوسری غذا انہیں مل جاوے۔‘‘ (پیغام صلح یکم جولائی ۱۹۸۱ء)

پیغامِ رمضان

حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

ترجمہ: ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔'' (2:183)

ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں اپنی قربت حاصل کرنے کے لئے ایک اور ماہِ رمضان نصیب فرمایا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو روزہ رکھنے اور عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں آپ کی توجہ ان تمام مشکلات کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو اس وقت دنیا، ہمارے ملک پاکستان اور ہماری جماعت اور تمام انسانیت کو لاحق ہیں جن کے لئے خصوصی دعاؤں کی ضرورت ہے۔

اسلام ایک بین الاقوامی مذہب ہے اور ہماری ہمدردی سب مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ ہونی چاہیے بغیر اُن کے دین یا قومیت کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے نہ کہ رب المسلمین۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اس وقت دنیا میں لوگ جنگوں اور قحط کی وجہ سے دربدر پھر رہے ہیں۔ لوگ بیماریوں، ڈر، بھوک، مال کے ضیاع اور غربت میں مبتلا ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کی نفرت کا نشانہ اس لئے بنے ہوئے ہیں کہ اُن کا مذہب، ذاتی اعتقادات، خیالات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لوگ رنگ، نسل، ذات کی بنیاد پر نفرت کا شکار ہو رہے ہیں لیکن اسلام کی تعلیم اس کے برعکس ہے۔

آئیں ہم سب مل کر ان پہلوؤں کو ایک طرف رکھتے ہوئے قرآن کی اس آیت پر غور کریں جو میں نے شروع میں بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو روزہ رکھنے کا واحد مقصد یہ بتلایا کہ انسان کا متقی بنا یعنی خدا سے ڈرنے والا اور قرآن پر عمل کرنے والا بتایا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان کا خالق اور رب ہے۔ اس سے بہتر کون جانتا ہے کہ متقی کون ہے اور اس کے قریب ترین کون ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الحجرات کی آیت نمبر 13 میں فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے شریف وہ ہے جو سب سے متقی ہے۔''

آئیں ہم سب مل کر یہ پختہ ارادہ کریں کہ ہم اس رمضان میں اپنی زندگیوں میں نمایاں تبدیلی لائیں گے۔ جس تبدیلی کی وجہ سے ہم تمام انسانیت کو عزت کی نظر اور اللہ کی مخلوق جانتے ہوئے اپنی زندگی میں ایک جیسا مقام دیں گے اور ان کے لئے وہی دعا کریں گے جو اپنوں کے لئے کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہماری رمضان المبارک میں کی گئی تمام دعائیں اور عبادات قبول فرمائے۔ آمین۔

اداریہ

تعظیم لامر اللہ

ماہ رمضان بابرکت اور قابل قدر مہینوں میں سے ایک نہایت ہی بابرکت مہینہ ہے۔ جس میں ایک دونہیں پانچ دس نہیں اکٹھے ہی تیس متواتر ایام کی تربیت دی گئی ہے کہ ان میں انسان ذکر الٰہی ۔تقویٰ اور تعظیم لامر اللہ کی مشق سے اپنے آپ کو ان پاک روحانی غذاؤں کا عادی بنا سکے اور اپنے قوائے جسمانی وخواہشات نفسانی کو اس تربیت سے پورے پورے طور پر اللہ کی رضا کے ماتحت لا سکے۔ ہر روزہ دار کو خاص وقت تک اپنی بھوک پیاس ضبط کرنی پڑتی ہے گو غیر روزہ دار کو بھی بعض دفعہ ایسی مجبوریاں پیش آجاتی ہیں کہ وہ نہ کچھ کھا سکتا ہے نہ پی سکتا ہے لیکن فی الحقیقت دونوں کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ ایک تو محض اپنے مولیٰ کی حکم کی تعمیل میں لگاتار پندرہ سولہ گھنٹے روزہ کی ساری سختیاں خوشی سے برداشت کرتا ہے۔ جبکہ دوسرا ایسا نہیں کرتا بلکہ ممکن ہے کہ اس کی یہ حالت نفس کشی کا رنگ رکھتی ہو یا کسی نفسانی خواہشات وجذبات کے ماتحت ہو جیسا کہ اکثر ہوتا ہے کہ بڑی اغراض کے لئے چھوٹی اغراض کی قربانی آدمی خوشی خوشی گوارا کر لیتا ہے اور یہ قاعدہ کچھ دنیاوی اغراض سے ہی مخصوص نہیں بلکہ روحانی مقاصد میں بھی سنت اللہ یونہی جاری ہے پس مومنوں پر ماہ رمضان میں روزہ کی مشکلات کا بوجھ اس غرض سے ڈالا گیا ہے کہ وہ ناجائز خواہشات نفسانی تو روکنا، اپنی جائز حاجات طبعی کو بھی تعظیم لامر اللہ کے مقابلہ میں پس پشت ڈالنا سیکھیں اور بڑھتے بڑھتے اس مجاہدہ میں یہاں تک ترقی کریں کہ آخر ان کے تمام افعال زندگانی احکام ربانی کی تعمیل کے سوا کچھ نہ رہیں یہاں تک کہ جینا مرنا سبھی کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہو جائے جیسا کہ ہمارے مرشد ومولا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یعنی ''میری نماز میری قربانی اور حیات ممات سب اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو رب العلمین ہے۔''

شوقیہ کاموں اور عام عادات میں، طبعی افعال میں اور تعظیم لامر اللہ میں ایک فرق ہے۔ کم علم اور غافل لوگ اکثر ان دونوں میں کچھ فرق نہیں کرتے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے'' کہ بڑے شوق وشعف سے ایک شخص تلاوت قرآن اور اس کے ترجمہ وتفسیر کے مطالعہ میں مشغول ہو کر اذان سنے لیکن نماز کے لئے نہ اٹھے اپنے شوقیہ مطالعے کو جاری رکھے۔ اذان نماز کی طرف بلائے اور اس وقت کوئی شخص اپنے کام کو خواہ وہ کیسا ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو جاری رکھے۔ تو اس نے تعظیم لامر اللہ نہیں کی ایسی تلاوت یا تدبر فی القرآن محض ایک شوقیہ مشغلہ کہلائے گا۔ فرض کرو کہ اسی وقت ایک اور شخص کسی دوسرے جائز یا ناجائز شغل میں ایسا منہمک ہے کہ اسے نماز یا جماعت کیسی اور کسی بات کی بھی پرواہ نہیں تو اب قابل غور یہ ہے کہ دونوں کے موجودہ مشغلہ کا فرق تو ایک جدا بات ہے جس کا علیحدہ محاسبہ ہوگا لیکن تعظیم لامر اللہ کو نظر انداز کرنے میں اس وقت دونوں برابر ہیں۔

تقویٰ کی راہیں تو بہت باریک ہیں لیکن فی زمانہ مصیبت یہ ہے کہ موٹی موٹی باتوں کی بھی عام بہت کم پرواہ کرتے ہیں۔ ہمارے واعظوں، مولویوں اور مقتدایان ملت کا فرض ہے کہ ایک طرف تو خود نمونہ بننے کی کوشش کریں کہ یہ ان کے لئے سب سے اہم اور مقدم ہے۔ تعظیم لامر اللہ اور اللہ کا تقویٰ اختیار کریں تا ایسا نہ ہو کہ قرآن کے حکم کی خلاف ورزی کے وعید میں آجائیں پھر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی پاک ڈیوٹی کے لئے کمربستہ ہو کر اپنے واعظوں اور نصائح کو صرف مساجد تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ ان دوسرے مقامات پر بھی جا جا کے داعی الی الخیر ہوں جہاں خلق اللہ کو کلمہ خیر سننے کا بہت کم موقعہ ملتا ہے۔

اس واسطے اب سخت ضرورت ہے کہ تمام جھگڑوں کو چھوڑ کر اللہ کی پاک کتاب ہی میں اپنے تمام مسائل کا علاج تلاش کریں اور ہمارا دین ودنیا کا کوئی کام ایسا نہ ہو جو تعظیم لامر اللہ کی گواہی نہ دیتا ہو۔

خطبہ جمعۃ المبارک

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 13 مئی 2016ء بمقام جامع دارالسلام لاہور

اللہ بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

ترجمہ: ”کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی پیدائش عطا کی پھر اسے (اپنے کمال) کی راہ دکھائی“ (سورۃ طٰہٰ ۲۰۔ آیت ۵۰)

جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے تو اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا اس کے بارے میں اس آیت میں ذکر آتا ہے۔

یعنی ہر چیز کی پیدائش اللہ تعالیٰ نے کی پھر اسے (اپنے کمال) کی راہ دکھائی۔ یہاں پر لفظ رب استعمال ہوا ہے جس کا اشارہ اس طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی ربوبیت کی اور پھر اس ربوبیت کی وجہ سے وہ چیز اپنے کمال تک پہنچی۔

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تخلیق کا ایک مقصد رکھا ہے۔ بے مقصد کوئی چیز اُس نے نہیں بنائی اور جو چیز اس نے بنائی چاہے وہ جان رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو اس کو ایک فطرت دی۔ اللہ کا صفاتی نام ”الفاطر“ ہے۔ فاطر کے معنی ہیں کسی چیز کو پھاڑ دینا یا کسی چیز کو شروع سے تخلیق کرنا اور پھر اس کی ربوبیت کرنا۔ اس کے اندر ایک فطرت ڈال دینا تاکہ جس نے اسے تخلیق کیا ہے اور اس کے لئے ایک مقصد رکھا وہ اس مقصد کو پا سکے۔ جیسے کہ شہد کی مکھی کا مقصد شہد بنانا ہے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ پھولوں میں سے رس نکالتی ہے جس کی وجہ سے پھولوں میں افزائش نسل (Polination) کا عمل ممکن ہوتا ہے اور بعد میں اس رس سے شہد تیار ہوتا ہے۔ **اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھی کو یہ مقصد حاصل کرنے** کے لئے جو فطرت دی ہے اسے اللہ نے وحی قرار دیا ہے۔

شہد کی مکھی کے متعلق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ”اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور اس میں جو وہ بناتے ہیں پھر تمام پھلوں سے کھا اور اپنے رب کے راستوں پر فرمانبرداری سے چلی جا۔ ان کے پیٹوں سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ یقیناً اس میں لوگوں کے لئے نشان ہیں جو فکر کرتے ہیں۔“ (سورۃ النحل 16:68-69)

قرآن میں غور و تدبر کرنے کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ کہا ہے کہ فکر اور غور کرو اور اگر انسان اس حکم پر عمل کرے تو جتنی فکر و غور کرے گا اتنا ہی اسے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اندازہ ہوتا جائے گا کہ وہ کیسے ایک چھوٹی سی چیز میں ایسی قدرت ڈال دیتا ہے کہ وہ کام جو اس کے ذمے لگایا گیا ہے سرانجام دے سکے۔ یہ قرآن کریم سے لی گئی ایک مثال ہے لیکن ہم جس چیز پر غور کریں اسی میں قدرت کا مشاہدہ ہمارے سامنے آتا ہے۔ چاہے وہ چیز یہ پوری کائنات ہو، چاند اور ستارے ہوں۔ کسی بھی چیز پر ہم جتنا غور کریں، بڑی بڑی چیزوں سے لے کر چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑوں تک ہمیں اللہ کے وجود کا احساس ہوتا ہے۔

میں نے کچھ دن پہلے انٹرنیٹ پر سرچ کرتے ہوئے ایک تتلی (Monarch Butterfly) کے بارے میں پڑھا۔ یہ ایک خاص قسم کی تتلی

ہے۔اس کو جواللہ تعالیٰ نے خاصیت دی اور جیسے شہد کی مکھی کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے وحی کی تو یہ ہماری سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس خاص تتلی کو بھی اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ کیا کیا سکھایا جو وہ کررہی ہے۔یہ خاص کر امریکہ اور کینیڈا میں پائی جاتی ہے۔تین چار رنگوں میں ہوتی ہے۔اور ان علاقوں میں جب سردی آتی ہے تو اس تتلی کے اندر یہ احساس پیدا ہوجاتا ہے کہ دن اب چھوٹے ہوگئے ہیں اور اس سرد موسم میں اس کی زندگی ممکن نہیں تو وہ لاکھوں کی تعداد میں امریکہ اور کینیڈا سے اڑنا شروع کردیتی ہیں۔اور یہ وہاں سے اڑکر کیلیفورنیا اور جنوبی امریکہ کے علاقہ میکسیکو میں چلی جاتی ہیں اور اگر یہ کینیڈا سے میکسیکو تک جاتی ہیں تو یہ تین ہزار میل کا سفر بنتا ہے۔اور جس بلندی پر یہ اڑتی ہیں سمندر سے دس ہزار فٹ اوپر ہوتی ہیں۔انہوں نے سفر کی تیاری کے لئے جتنا پھولوں کا رس پیا ہوتا ہے وہ ان کا جسم تمام چربی بنا دیتا ہے تاکہ یہ اس کے راستے کے ایندھن کا کام دے اور راستے میں پھولوں والے علاقہ میں تھوڑا قیام کرکے مزید پھولوں کا رس بھی چوستی رہتی ہیں۔اتنا لمبا سفر تو حیران کن ہی ہے لیکن اصل حیران کن بات یہ ہے کہ یہ تتلیاں امریکہ اور کینیڈا میں پیدا ہوتی ہیں اور جاتی میکسیکو میں ہیں۔ان کی چھ سے آٹھ ماہ زندگی ہوتی ہے۔ان کو یہ راستہ کون دکھاتا ہے کہ جاؤ میکسیکو کی طرف؟ یہ تو اس وقت کیڑے کی شکل میں امریکہ اور کینیڈا میں پیدا ہوئیں۔پھر تین ہزار میل جاکر نئے بچے پیدا کرتی ہیں اور خود یہ وہاں ہی مرجاتی ہیں لیکن ان کے جو نئے بچے تتلیاں بن جاتے ہیں وہ پھر سفر اختیار کرکے امریکہ اور کینیڈا پہنچ جاتے ہیں۔انہیں یہ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔

قرآن کریم کا فرمان ہے:

''پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں دھواں تھا،سو اسے اور زمین کو کہا،آجاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے۔انہوں نے کہا ہم دونوں خوشی سے حاضر ہیں۔''(سورۃ حم سجدہ 41:11)

یہ انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ ایک بڑا عجوبہ ہے۔جانور،کیڑے اور باقی مخلوق محدود سا مقصد لے کر آتے ہیں اور مخصوص قسم کے دائرہ میں ترقی کرتے ہیں۔

قرآنی آیت میں اللہ نے آسمان اور زمین کے متعلق فرمایا ہے کہ **''جب اللہ نے کہا آجاؤ خوشی سے یا ناخوشی سے تو انہوں نے کہا ہم دونوں خوشی سے حاضر ہیں۔''** خوشی سے آنے کا کیا مطلب ہے؟ مطلب یہ ہے کہ تیری مکمل اطاعت کریں گے۔جو تو ہماری رہنمائی فرمائے گا ہم اس پر چلتے جائیں گے۔ہم تیری بغاوت نہیں کریں گے۔

انسان جو اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔اس کا مقصد تو کیڑوں سے بہت بڑھ کر ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **''ہم نے جنوں اور انسان کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔''(سورۃ الذاریات 51:56)**

اتنا عظیم مقصد اللہ تعالیٰ نے رکھا کہ انسان اللہ کا بندہ بن جائے، عبداللہ کہلائے،اللہ کا ولی کہلائے اور اللہ تعالیٰ اس کو پیار سے ''یا عبادی'' کہہ کر بلائے۔

اسی طرح قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

''مکمل اطاعت ہی اللہ کے نزدیک دین ہے۔''

(سورۃ آل عمران 3:19)

اور اس دین پر سورج،چاند،ستارے ہر چیز قائم ہے،ہر چیز چاہتی ہے کہ وہ اس پر قائم رہے اور **انسان مکمل اطاعت کو کرنا چاہے اور وہ مقصد عبدیت مکمل کرنا چاہے تو پھر اس کو اسلام کے بتائے ہوئے اصولوں پر چلنا ہوگا۔**

دین میں کوئی جبر نہیں:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''دین میں کوئی زبردستی نہیں،ہدایت کی راہ گمراہی کی راہ سے واضح ہے،جو شخص شیطان کا انکار کرڈالے اور اللہ پر ایمان لے آئے تو اس نے بہت ہی مضبوط جائے گرفت پکڑی جو کبھی نہیں ٹوٹتی اور اللہ سننے والا جاننے

والا ہے“۔(سورۃ البقرہ2:256)

”اللہ اُن لوگوں کا ولی ہے جو ایمان لائے وہ ان کو سخت اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے ولی شیطان ہیں وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ آگ والے ہیں۔ وہ اُسی میں رہیں گے۔“(سورۃ البقرہ2:257)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے انکار کیا کہ اس کا بوجھ اٹھائیں اور اس سے ڈرے اور انسان نے اس کا بوجھ اٹھالیا۔ وہ بڑا ظلم کرنے والا بڑا جاہل ہے۔“(33:72)

اس طرح دو ہی راستے ہیں ایک اللہ سے دوستی اور دوسری شیطان سے دوستی دونوں کی راہیں واضح کردیں اور ساتھ بتا دیا کہ جو اللہ کے دوست بنیں گے انہوں نے مضبوط جائے گرفت کو تھام لیا جو ٹوٹنے والی نہیں اور جو شیطان کے دوست ہیں ان کو سزا آئے گی کیونکہ انہوں نے سزا کو کمایا اور نیکوں نے نیکی کمائی۔ اس میں جزا اور سزا کا مفہوم بیان کردیا اور ساتھ یہ کہہ دیا کہ فیصلہ انسان نے خود کرنا ہے۔ بحیثیت انسان ہمیں آزادی دی کہ فیصلہ ہم خود کریں اور جب اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کیا کہ انسان کو جوابدہ بنایا جائے۔ اس کو اپنے کیے کی جزا اور سزا ملے۔ اس نے تخلیق کے وقت انسان سے پوچھا، زمین اور پہاڑوں اور آسمانوں سے بھی پوچھا کہ کیا تم اپنے کرنے اور نہ کرنے پر سزا ہونے والی زندگی قبول کرتے ہو یا نہیں؟ تو انہوں نے انکار کردیا اور کہا ہمیں فیصلہ کرنے کی آزادی نہیں چاہیے۔ پانی اور ہوا اگر طوفان اور سونامی لے آئیں گے تو اُن کو ہم سزا نہیں دے سکتے۔ لیکن اس کے برعکس انسان نے اپنے ذمہ فیصلہ کی آزادی قبول کرلی اور اسے اللہ نے ظلم کرنے والا اور جاہل کہا۔

انسان نے اپنے اوپر قبول کرلیا کہ میں اپنی آزادی چاہوں گا اور پھر انعام یا سزا کے لئے بھی تیار رہوں گا۔ اتنا بڑا بوجھ اللہ نے ڈال دیا ساتھ ہدایت بھی دے دی کہ اس بوجھ کو کیسے برداشت کیا جائے؟ رحمٰن نے جہاں جسم کے جو تقاضے تھے ان کا بھی انتظام کیا اور تمام روحانی تقاضوں کے لئے بھی ہدایت کا سامان مہیا کیا۔ کتابیں نازل کرکے، رسول بھیج کر اور جب رسول آنے بند ہوگئے۔ اور پھر مجددین اور محدثین کو بھیج کر آج تک وہ تقاضا پورا کررہا ہے

خدا سے بڑا خالق کوئی نہیں:

کوئی بھی موجد کوئی چیز بنائے مثلاً ایک گاڑی بنائے اور اس میں وہ صلاحیت نہ رکھے کہ وہ گاڑی چل سکے، وہ گھڑی بنائے اور اس میں وہ صلاحیت نہ رکھے کہ وہ گھڑی وقت بتا سکے، بلب بنائے اور اس میں وہ صلاحیت نہ رکھے کہ وہ روشنی دے سکے۔ تو ایسی تخلیق بے سود ہوگی۔ خدا سے بڑا خالق کوئی نہیں۔ خدا تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کی ہے تو اس کی تخلیق کا بھی مقصد رکھا ہے کہ وہ اللہ کی عبدیت اختیار کرے۔ تو نعوذ باللہ من ذالک اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کو پاسکنے کی صلاحیت انسان میں نہ رکھی ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔

انسان کے اندر ایک ہدایت کا پورا ذریعہ رکھا ہوا ہے۔ جیسے کشتی کسی Compus قطب نما کے بغیر منزل پر نہیں پہنچ سکتی، تو پھر خدا تعالیٰ نے ایک ایسی شخصیت تخلیق کی جس کا مقصد تھا کہ وہ اس کی سمت خدا کی طرف رکھے تو کیا اس میں کوئی ایسا قطب نما نہیں رکھا ہوگا کہ جو اس کو چلائے، اس کے اندر احساس آئے کہ یہ غلط ہے یا صحیح ہے، یہ قطب نما انسان کا دل ہے جس میں جو نیک خیالات آتے ہیں وہ فرشتے ڈالتے ہیں اور شیطان اس کے برخلاف خیالات ڈالتا ہے۔ انسان نے اس فیصلے کے وقت یہ فیصلہ کرنا

ہوتا ہے کہ میں نے کونسی راہ پر چلنا ہے۔ اس کی اصل منزل تب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب ہر نیک ارادہ جو اس کے قلب میں پڑے اس پر وہ چل پڑے۔

اولیاءاللہ کے قصوں میں ہمارے لئے سبق:

حضرت رابعہ بصریؒ کا ایک قصہ

اب دو اولیاء اللہ کے میں قصے بیان کرتا ہوں۔ ایسے قصے جو اکثر بیان کئے جاتے ہیں۔ ان میں اولیاء کے حوالہ سے ہمارے لئے ہدایت موجود ہے۔

حضرت رابعہ بصریؒ کے بارے میں ایک قصہ مشہور ہے کہ:

''آپ سڑک پر رات کے وقت کوئی چیز ڈھونڈ رہی تھیں اور لوگ دریافت کرنے لگے کہ کیا تلاش کر رہی ہیں تو جواب ملا میری ایک چیز گم ہوگئی ہے تو لوگوں نے پوچھا کہاں گم ہوگئی تھی تو انہوں نے فرمایا گھر میں گم ہوگئی تھی۔ تو لوگوں نے ہنسنا شروع کر دیا۔''

تو یہ بظاہر اً تو بڑی فضول بات ہوئی کہ رابعہ بصریؒ جیسی شخصیت جو اللہ کی ولیہ تھیں۔ ایسی بے مقصد بات کرتیں۔ اس کا مقصد کیا تھا؟ اس کا مقصد یہ تھا کہ جس خدا کو تم ڈھونڈتے پھرتے ہو، جنگلوں میں جاتے ہو، شہر شہر در بدر پھرتے ہو وہ تو تمہارے دل کے اندر ہوتا ہے۔ **اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا ذکر ہمیشہ اپنے دل کے اندر رکھو، اس سے وہ نزدیک بھی آئے گا اور وہ ہم کو مل بھی جائے گا اور ہمارا دوست بھی بنے گا۔**

ابراہیم بن ادہم کا قصہ:

دوسرا قصہ ایک ولی اللہ ابراہیم بن ادہم سے منسوب ہے۔ آپ عرب کے کسی علاقہ کے شہزادہ تھے، ان کی نہایت خواہش تھی کہ کسی طرح اللہ حاصل ہو جائے۔ ایک رات اسی سوچ میں گم محل میں آرام فرما رہے تھے تو کچھ آواز آنے لگی جیسے کوئی چھت پر بھاگتا پھرتا ہے، پوچھا کون ہے؟ تو آواز آئی کہ میں ایک شخص ہوں پریشانی میں بھاگ رہا ہوں میرا اونٹ گم ہوگیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا چھت پر اونٹ کا کیا کام ہے؟ **تو اوپر سے آواز آئی کہ چھت پر اونٹ ڈھونڈنا آپ کو اتنا ہی عجیب لگتا تو کیوں آپ اللہ کو اپنے محل کی ریشمی رضائیوں اور نرم بستروں میں روزانہ ڈھونڈتے پھرتے ہو، کبھی اس بستر سے نکل کر دیکھو کہ اللہ ملتا ہے یا نہیں۔** اس بات کا اتنا اثر ہوا کہ انہوں نے اپنا محل، اپنا ملک، سب عیش و آرام چھوڑا، اور ملک شام میں ایک سادہ آدمی کی زندگی گزارنے لگے۔ اللہ کی تلاش میں لگ گئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پا لیا۔

ہماری جماعت کے قیام کا مقصد:

ہماری جماعت کو بھی بانی سلسلہ احمدیہ نے یہی نصب العین دیا ہے کہ ہم اللہ کو تلاش کریں۔ متقی بنیں اور اسے اپنی عبادات کے ذریعہ حاصل کریں تو اوپر کے دو قصوں پر ہمیں عمل کرنا پڑے گا۔ اگر ہم اس مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں تو پھر ہماری اس جماعت میں شمولیت بے مقصد ہو جاتی ہے۔

دعا

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زندگی کا مقصد حاصل کرنے میں کامیابی عطا فرمائے۔ ہمارے لئے ممکن بنائے کہ ہم اللہ کو اپنے اندر تلاش کرنے والے بنیں اور اس مقصد میں کامیابی کے لئے عبادات خصوصاً راتوں میں توجہ دیں۔

☆☆☆☆☆

افادات: حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

صیامِ رمضان اور ان کی اصل غرض

روحانی ترقی کا ایک اعلیٰ ذریعہ

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو تمہارے لئے روزے ضروری ٹھہرائے گئے ہیں جیسے کہ اُن لوگوں کے لئے ضروری ٹھہرائے گئے جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم متقی بنو۔ چند دن پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اور دنوں میں گنتی پوری کی جائے۔ اور جو اس میں مشقت پائے وہ ایک مسکین کا کھانا فدیہ دیں۔ پھر جو کوئی تکلف سے نیکی کرتا ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے اور روزے رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُتارا گیا لوگوں کے لئے ہدایت اور ہدایت کی اور حق و باطل کو الگ کر دینے والی کھلی دلیلیں ہیں۔ پس جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو چاہیے کہ اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو تو اور دنوں سے گنتی پوری کی جائے۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا۔ اور کہ تم گنتی کو پورا کرو اور اللہ کی بڑائی کرو۔ اس لئے کہ اُس نے تمہیں ہدایت کی اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو میں قریب ہوں، میں دُعا کرنے والے کی دعا کو، جب وہ مجھے پکارتا ہے قبول کرتا ہوں پس چاہیے کہ میری فرمانبرداری کریں اور چاہیے کہ مجھ پر ایمان لائیں تا کہ ہدایت پائیں''۔

ماہِ رمضان کے لئے روحانی غذا

ماہِ رمضان شروع ہونے والا ہے۔ اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چند باتیں اس کے متعلق سنا دوں۔ گو یہ باتیں اس سے پیشتر بارہا سنائی جا چکی ہوں گی لیکن جس طرح سے انسان بار بار کھاتا اور پیتا ہے اُسی طرح یہ رُوحانی سلسلہ بھی ہے۔ یہ رُوحانی غذائیں ہیں جو بار بار ملنی چاہیں۔ انسان کی جسمانی ضروریات جس طرح سے اس کے ساتھ لگی ہوئی ہیں اسی طرح سے یہ بھی ضروری ہے کہ اسے وقتاً فوقتاً وہ باتیں یاد دلائی جائیں جو اس کی بھلائی کی ہوں۔ انسان کی عادت ہے کہ وہ بعض وقت پرانی باتوں کو بھول جاتا ہے یا بعض دفعہ دیر ہو جانے پر اس کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ خود صحابہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ جب ہم آپؐ کی صحبت میں ہوتے ہیں تو اس وقت جو ربودگی اور کیفیت ہم پر ہوتی ہے وہ یہاں سے جا کر نہیں ہوتی۔ صحابہ کرامؓ نے جس طرح سے اس بات کو محسوس کیا اسی طرح درحقیقت ہر ایک انسان اس بات کو محسوس کرتا ہے کہ وہ محتاج ہے کہ اُسے کوئی نصیحت کرنے والا ہو۔ انسان کا دل اور دماغ اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ بار بار اس پر زور ڈالا جائے۔

رویتِ ہلال

رمضان کے مہینہ میں ۲۹ یا ۳۰ دن ہوتے ہیں اگرچہ اس زمانے میں لوگ پورے تیس دن ہونے نہیں دیتے واللہ اعلم رمضان ہوتا ہی ۲۹ دن کا ہے یا لوگ جھوٹی قسمیں کھالیتے ہیں۔ بہر حال میرے تجربے میں یہی بات آئی ہے۔ خیر جو شخص ۲۹ دن کے روزے رکھے گا اُسے ایک روزہ رکھنے میں کیا دقت پیش آسکتی ہے؟

سحری وافطاری کا وقت

صبح ایک وقت ہوتا ہے جسے پو پھٹنا کہتے ہیں۔ یہ صبح سے ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ کے درمیان یا ایک گھنٹہ بائیس منٹ پہلے کا وقت ہوتا ہے۔ اس وقت سے لے کر مغرب کے وقت تک روزہ رکھے۔ بعض لوگ بہت جلدی کھایا کرتے ہیں لیکن ایک تو اجازت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ دوسرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کا انتظار کرتے اور پو پھٹنے کے قریب کھاتے تھے۔ جب صبح بین ہو جائے اس وقت کھانا ترک کر دینا چاہیے۔ بعض لوگ اذان سن کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن تحقیق

کرلیا جائے تو کوئی ہرج نہیں گو آج کل زیادہ تر اذان ہی کا خیال رکھا جاتا ہے۔مگر اذان اگر بعض وقت پہلے ہی مل جائے تو اُٹھ کر دیکھ لینا چاہیے اور پوچھنے کا انتظار کرنا چاہیے۔

روزہ غروبِ آفتاب کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افطاری پیشتر سے تیار کرا کر رکھتے تھے۔ہمارے ملک میں لوگ اندھیرے کا انتظار کرتے ہیں مگر جس وقت آفتاب غروب ہو جائے روزہ کھول لینا چاہیے۔سُرخی کو غروب آفتاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

ممنوعاتِ صوم

روزوں میں کھانا پینا اور عورتوں کے قریب جانا ترک کر دینا چاہیے۔اس کے علاوہ اور چھوٹی چھوٹی باتیں بھی ہیں لیکن وہ اس قدر ضروری نہیں۔

روزوں کی غرض

روزہ رکھنے کی کیا غرض ہے؟ اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں کہ جس میں کوئی غرض یا مقصد نہ ہو۔ اسلام ہرگز ایسا مذہب نہیں کہ اس نے بغیر غرض و مقصد کے کوئی حکم دے دیا ہو۔پھر اگر حکم دیا جائے اور غرض نہ بتائی جائے تو انسان ٹھوکر کھا سکتا ہے کہ وہ اس کام کو اصل غرض تک نہ پہنچائے۔لیکن اگر غرض بھی ساتھ ہی بتا دی جائے تو پھر اگر خلاف ورزی کرے تو اس کا کام کرنا یا نہ کرنا برابر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''ترجمہ:''تم پر روزے لکھے گئے ہیں جس طرح سے پہلے لوگوں پر لکھے گئے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔''

معلوم ہوا روزہ رکھنے کی اصل غرض تقویٰ اختیار کرنا ہے۔اب اگر کوئی شخص بھوکا پیاسا رہے لیکن تقویٰ اختیار نہ کرے اس نے کچھ نہ کیا جس کو جس کام پر لگایا جائے اور اس کو اس کام کی غرض اور غایت بھی بتا دی جائے وہ اس کام کو تو کرے لیکن اس کو اس کی غرض و غایت تک نہ پہنچائے۔جو اسے بتائی گئی تھی یا جو اس کا مقصد اصلی تھا۔اس نے اس کام کو کیا ہی نہیں۔مثلاً اگر کسی شخص کو مالیہ وصول کرنے پر لگایا تو وہ اس کو وصول تو کرے لیکن اسے سرکاری خزانہ میں داخل نہ کرے تو اس کا وہ وصول کرنا کسی کام کا نہیں ہوگا بلکہ اُلٹا پکڑا جائے گا۔

ہر حکم کی حکمت

اسلام کے تمام احکام ایک ظاہری پابندی کے اندر ایک حقیقت رکھتے ہیں۔ تمام قربانیوں کی غرض و غایت اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔رمضان کے اندر حکم دیا جاتا ہے کہ ایک حلال چیز کو ایک وقت کے لئے ترک کر دو۔ایک تمہاری حلال اور طیب کمائی ہے جس سے پانی یا ٹھنڈا شربت تم نے بنایا ہے۔تم سخت پیاسے ہو پھر تمہیں بھوک ہے۔روٹی موجود ہے تم ایسی کوٹھڑی میں ہو جہاں سوائے خدا کے کوئی دوسرا دیکھنے والا بھی نہیں۔پھر باوجود اس کے تم نہ کچھ کھاتے ہو اور نہ کچھ پیتے ہو۔یہ کیوں؟ اس لئے کہ تم جانتے ہو کہ خدا کا یہ حکم ہے کہ کچھ کھانا پینا نہیں۔غرض تقویٰ اختیار کرنا روزوں کی غرض و غایت ہے۔روزے رکھ کر تم متقی بن سکتے ہو۔یہ تیس دن مجاہدے اور ریاضت کے دن ہیں۔دنیا کے بہت کاروبار تمہیں لاحق رہتے ہیں۔ایک مہینہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے رُوحانی قویٰ ترقی کریں۔انسان دوسری باتوں میں خدا سے غافل رہتا ہے۔اس لئے اسے کسی قدر بھوکا رکھ کر اللہ تعالیٰ اپنی طرف جھکانا چاہتا ہے۔

رمضان میں دعائیں خاص کر قبول ہوتی ہیں

اسی لئے فرمایا کہ واذاسالك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔اس آیت کو رمضان کے ذکر کے اندر لانا بتاتا ہے کہ اس کو روزوں کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے اگر کوئی چاہتا ہے کہ اس کی دعائیں قبول ہوں تو اسے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔کتنے لوگ ہیں جو دوسروں کی دعاؤں کے محتاج رہتے ہیں۔خدا نے تمہیں راستہ بتا دیا ہے جو لوگ روزے رکھتے ہیں اور اصل غرض کو نہیں سمجھتے وہ بے شک کمزور رہ جاتے ہیں۔

رمضان میں اعتکاف

رمضان کے آخری دس ایام میں اگر اللہ تعالیٰ کسی کو توفیق دے تو حکم ہے کہ دس دنوں میں مسجد میں بیٹھے اور دنیوی اشغال کو ترک کر دے۔ہماری اس مسجد میں بھی خدا کرے کوئی اس سال کافی تعداد میں اعتکاف بیٹھنے والے ہوں۔انسان کو

جس قدر اپنے قویٰ پر بھروسہ ہو مجاہدہ کرے، بیمار کے قویٰ چونکہ مضمحل ہو جاتے ہیں اس لئے اس کی دُعا قبول ہوتی ہے۔ اس لئے بیس روزوں کے بعد اعتکاف کا حکم دیا۔

امیروں کو زیادہ مجاہدہ کی ضرورت ہے

حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہ بیان کیا ہے کہ گائے یا اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا آسان ہے لیکن دولت مند کا خدا کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ حدیث میں یہی ہے کہ غریب پانچ سو (500) سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے، امیر کو مال کی محبت نیکی کے قریب آنے سے روک دیتی ہے۔

رمضان میں سخاوت بہت کرنی چاہیے

رمضان کے روزوں سے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ فرمایا: ''جو رکھتا ہو وہ خرچ بھی کرے''، مسکین کو کھانا کھلا دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آیا ہے کہ ''آپ ؐ سب لوگوں سے بڑھ کر سخی تھے'' لیکن رمضان میں آپ ؐ کی حالت بتائی گئی ہے کہ ''رمضان میں آپ اس سے بھی بڑھ کر سخاوت کرتے تھے''، تو روزوں میں کچھ نہ کچھ خیرات بھی ضروری کی جائے۔ سب سے بڑھ کر مسکین اس وقت اسلام ہے، اس کو بھی کچھ دو۔

قیام رمضان

پھر ابتدائے رات کے وقت کچھ قرآن سن لیا کرو۔ اور پھر پو پھٹنے سے پیشتر بھی کچھ نماز پڑھ لیا کرو۔ یہ بڑا قبولیت کا وقت ہوتا ہے ان دنوں میں عبادت اور دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔ پس اپنے آپ کو تیار کرو اپنی زبانوں کو روکو۔ استغفار اور دُرود شریف بہت پڑھا کرو اور زیادہ باتیں کرنا چھوڑو۔

☆☆☆☆

رمضان اور اس کی برکات کے ذکر میں

از: مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ

''ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''میرے بندو میں تم سے بہت قریب ہوں، کوئی مجھے پکارے میں دُعا کو قبول کرتا ہوں''۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''رمضان آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں''۔

یہ ایک حقیقت تھی جس پر ہمارے ہادیؐ اور آپؐ کے صحابہؓ کی زندگیاں گواہ ہیں۔

اور آج یہ ایک قصہ ہے

اس لئے کہ ہمارے دلوں میں خدا کے لئے تڑپ نہیں ہوتی، ہمارے جسم خدا کے آگے گرتے ہیں مگر دِل نہیں گرتے اور دُعا دل میں تڑپ پیدا ہونے کا نام ہے۔ آیئے اس رمضان میں ہم لوگوں کے ظلموں پر نہیں اپنے ظلم پر آنسو بہائیں کہ اے خدا ہم نے تیری قدر نہیں کی، تیرے کلام کی قدر نہیں کی، ہم نے تیرے پیغام کو چُھپا کر رکھا ہوا ہے، ہم نہیں چاہتے کہ ہماری زندگیاں تیرے پیغام کو دُنیا میں پہنچانے کے لئے وقف ہوں، نہیں چاہتے کہ ہمارے مال تیرے پیغام کو دُنیا میں پہنچانے میں صرف ہوں، کام وہ کرتے ہیں جن پر تیری طرف سے لعنت کی کھلی وعید ہے۔

اور آس یہ لگائے بیٹھے ہیں کہ تیری رحمت کے دروازے ہم پر کھل جائیں۔ منہ سے کہتے ہیں کہ تو ہم سے قریب ہے مگر دل تجھ سے اتنے دُور ہیں کہ اُس سے دُور کوئی چیز نہیں۔ ہمارے ماتھے تیری دہلیز پر ہوتے ہیں جہاں جنت ملنی چاہیے اور دل جمع مالاً وعدده يحسب ان ماله اخلده کا ورد کر رہے ہوتے ہیں۔ زبان پر یہ ہوتا ہے ہم تیرے غلام ہیں انا عبدک اور جو ہمارا مال ہے وہ ہمارا مال نہیں وہ تیرا مال ہے۔

اور دل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ تیرے نام کو دُنیا میں بلند کرنے کے لئے چند کوڑیاں خرچ کرنی پڑیں تو وہ ہمیں پہاڑ نظر آتا ہے اور ہم جھوٹے بہانے بنا کر ہر ممکن کوشش کرتے ہیں کہ ہمارا مال ہم سے جدا نہ ہو۔ اے خدا تو اس جھوٹی زندگی سے ہمیں باہر نکال ہم زمین پر رات کی خاموشی میں ماتھا رکھتے ہیں تو وہاں سے ہمیں یہ آواز آتی ہے کہ: ''تو نے اپنے ریا کاری کے سجدوں سے مجھے ناپاک کر دیا''

قرآن مجید میں وجود باری تعالیٰ کے متعلق دلائل اور شواہد

فضل حق صاحب (سابق مبلغ فجی)

(یہ خطبہ جمعہ جامع دارالسلام، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور میں مورخہ 6 مئی 2016ء کو دیا گیا)

''آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، اور رات اور دن کے ادل بدل میں ،اور کشتیوں میں جو سمندر میں چلتی ہیں کہ اس کے ساتھ لوگوں کو نفع دے اور پانی میں جو اللہ بادل سے اتارتا ہے پھر اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اس کے اندر ہر قسم کے جانور پھیلاتا ہے اور ہواؤں کے ہیر پھیر میں، اور بادل جو آسمان اور زمین کے درمیان کام میں لگایا گیا ہے، ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ (سورۃ البقرہ ۲:۱۶۴)

اس میں کیا شک ہے کہ زندگی اور کائنات کی سب سے اہم حقیقت اللہ تعالیٰ کا وجود ہے۔ اس کے ہونے یا نہ ہونے سے ہر چیز کے معنی بدل جاتے ہیں۔ اگر اللہ ہے تو زندگی اور کائنات کی ہر چیز با معنی اور با مقصد ہے اور اگر اللہ موجود ہی نہیں تو پھر کائنات کی ہر چیز بے معنی اور بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے۔

لیکن اسلام میں اہمیت اللہ کے ہونے یا نہ ہونے کو حاصل نہیں بلکہ اللہ کی الوہیت اور حاکمیت کو حاصل ہے۔ تاہم دین سے بیزاری اور الحاد کے اس دور میں کچھ ایسے کور چشم بھی ہیں جو آفاق و انفس کے بے شمار دلائل سے آنکھیں موند کر وجود باری تعالیٰ کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔

انہی لوگوں کے خیالات کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح بیان ہوا ہے:

''اور کہتے ہیں یہ کچھ نہیں مگر ہماری دنیا کی زندگی ہے۔ ہم مرتے ہیں اور ہم جیتے ہیں اور سوائے زمانہ کے ہمیں کوئی ہلاک نہیں کرتا اور انہیں اس کا کچھ علم نہیں، وہ صرف ظن سے کام لیتے ہیں۔'' (الجاثیہ ۴۵:۲۴)

اگر ذرا بھی معقولیت سے کام لیا جائے تو یہ زمین، یہ آسمان، یہ سورج، یہ چاند، یہ ستارے، یہ کہکشاں، یہ ندی، یہ پہاڑ، یہ رات اور یہ دن نباتات، جمادات، جنگل، ریگستان، وسیع و عریض سمندر بلکہ کائنات کا ہر ایک ذرہ اللہ کے وجود پر دلیل ہے۔

کیا کشتی خود بخود سفر کر سکتی ہے؟

امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں کچھ منکرین خدا نے اس مسئلہ پر بحث کرنا چاہی تو آپ نے نہایت حکیمانہ انداز میں ان کی تشفی فرمائی۔ آپ نے فرمایا مجھے ذرا چھوڑو کیونکہ میں ایک بات کے متعلق فکر مند ہوں جس کے متعلق مجھ سے سوال کیا گیا ہے۔ مجھ سے لوگوں نے بیان کیا ہے کہ دریا میں سامان سے بھری ہوئی ایک بوجھل کشتی ہے۔ اس میں طرح طرح کے تجارتی سامان ہیں۔ کوئی اس کشتی کی نگرانی نہیں کرتا اور نہ اس کو کوئی چلانے والا ہے۔ اس کے باوجود کشتی اپنے آپ آتی جاتی اور چلتی پھرتی ہے۔ بڑی بڑی موجوں کو چیر کر سفر کر رہی ہے۔ کسی ناخدا کے بغیر یہ اپنے آپ چلتی ہے۔ لوگوں نے کہا یہ بات کوئی عقل والا نہیں کہے گا، تب امام صاحب نے فرمایا، افسوس ہے تمہاری عقلوں پر کہ ایک کشتی کے متعلق تمہارا گمان ایسا ہے، تو یہ موجودات جن میں آسمان و زمین اور دوسری مستحکم اشیاء ہیں کیا ان کا کوئی صانع نہیں ہے؟ یہ سن کر قوم لاجواب ہوگئی۔ حق کی طرف رجوع کیا اور امام صاحب کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

زبانوں کا اختلاف

امام مالکؒ سے خلیفہ ہارون الرشید نے پوچھا کہ اللہ کے وجود پر کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا:

زبانوں کا مختلف ہونا، نغموں کا الگ الگ ہونا اور ہر ایک انسان کی آواز کا جدا جدا ہونا ثابت کرتا ہے کہ ان کا خالق اللہ انتہائی حکیم ذات ہے۔

توت کے پتے

امام شافعیؒ سے کسی نے وجود باری تعالیٰ پر دلیل مانگی تو انہوں نے کہا: توت کے پتے کو دیکھو اس کا پھل شہوت ایک الگ ہی مزا رکھتا ہے۔ اس کو کیڑا کھاتا ہے تو اس سے ریشم نکلتا ہے۔ شہد کی مکھی کھاتی ہے تو شہد بنتا ہے۔ بکری اور دیگر چوپائے کھاتے ہیں تو مینگنی اور گوبر نکلتا ہے اور ان کے درمیان میں سے دودھ جیسی غذا نکلتی ہے۔ اس کو ہرن کھاتے ہیں تو مشک بنتا ہے، حالانکہ چیز ایک ہی ہے یہ سب کس کی کاریگری ہے؟

انڈا

امام احمد بن حنبلؒ سے ایک مرتبہ وجود باری تعالیٰ پر دلیل طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا:

''سنو یہاں ایک مضبوط قلعہ ہے جس میں نہ کوئی دروازہ ہے نہ کوئی راستہ بلکہ سوراخ تک نہیں۔ یہ قلعہ باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے۔ یہ قلعہ ہر طرف سے بند ہے۔ ہوا تک کا اس میں سے گزر نہیں۔ اچانک اس قلعے کی ایک دیوار گرتی ہے اور ایک جاندار آنکھوں کانوں والا، نہایت خوبصورت، پیاری بولی والا چلتا ہوا باہر نکل آتا ہے۔ بتاؤ! اس بند اور محفوظ مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں؟ اور وہ ہستی انسانی ہستیوں سے بالاتر اور اس کی قدرت غیر محدود ہے یا نہیں۔

اس مثال کا مطلب یہ تھا کہ انڈے کو دیکھو۔ چاروں طرف سے بند ہوتا ہے مگر انڈے کو صرف گرمائش دینے سے چوزہ پیدا ہو جاتا ہے۔

چنانچہ کائنات کی ہر شے کی پیدائش، پرورش اور ان کا انسان کے لئے مختلف طریق اور ذرائع سے فائدہ رساں ہونا، ہم سب کا مشاہدہ ہے لیکن خود انسان کا وجود، اس کی پیدائش، اس میں ودیعت کردہ قویٰ اور فضائل بھی ایک انتہائی حیران کن معجزہ ہیں۔ جسم انسانی کے ہر حصہ اور زندگی کے متعلق جو انسانی تحقیق ابھی تک ہو چکی ہے اس سے اللہ کے وجود کی نشانیاں خود انسان کے اپنے وجود میں دن رات ہمارے مشاہدہ میں آتی رہتی ہیں۔ لیکن پھر بھی ہم ان کے خالق کو ماننے اور اس کی حاکمیت سے لاپرواہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''ہم انہیں اپنی نشانیاں اطراف میں اور ان کی اپنی جانوں میں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کے لئے کھل جائے کہ وہ حق ہے۔ کیا یہ کافی نہیں کہ تیرا رب ہر چیز کا شاہد حال ہے۔'' (حم السجدہ ۴۱:۵۳)

جمادات، نباتات، حیوانات اور تخلیق انسانی میں نظم و ترتیب، اخلاقی کمال اور حسن و جمال اور افادیت یہ سب خالق کائنات کے وجود کی نشانیاں ہیں۔

وسیع سمندر میں تلخ اور شیریں آبی گذرگاہیں

سمندر کے تلخ اور شورزدہ پانی کو بخارات کے ذریعہ بادل بنانا اور پھر ہوا کے ذریعہ بادلوں کے ذریعہ مختلف علاقوں پر اس کو برسانے اور اس کے ذریعہ لوگوں کو میٹھا پانی مہیا کرنا اس سے تو آج کل ہر خاص و عام واقف ہے۔ لیکن اس سے بھی حیرت انگیز بات یہ ہے کہ خود سمندر میں گرم اور میٹھے پانی کی گزرگاہیں ہیں جو عین سمندر میں اپنے وجود کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔ ان گزرگاہوں سے سمندری جہاز والے نہ صرف استفادہ کرتے ہیں بلکہ رہنمائی بھی حاصل کرتے ہیں۔

یہ سب خالق کائنات کا تخلیقی شاہکار نہیں تو اور کون آبی دنیا پر حکمرانی کر رہا ہے۔ قرآن مجید ان حقائق کو اس انداز میں بیان کرتا ہے:

''اور وہی ہے جس نے دو دریا ملا رکھے ہیں۔ یہ میٹھا مزیدار ہے اور وہ کھاری کڑوا۔ اور ان دونوں کے درمیان آڑ اور ایک حائل ہوئی ہوئی روک بنادی ہے۔'' (الفرقان ۲۵:۵۳)

کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک ہی سمندر میں لذیذ اور شورزدہ پانی بھی ہو اور دونوں آپس میں مل بھی نہ سکیں۔ کبھی انسان نے یہ سوچنے کی کوشش کی ہے کہ کس ذات نے تلخ پانی کے بیچ میٹھے پانی کا چشمہ جاری کیا اور دونوں کے بیچ ایسی رکاوٹ کھڑی کردی کہ دونوں ملنے نہ پائیں۔

آب باراں

بارش کے اس پانی پر غور کیجئے! جو مختلف جگہوں پر نہایت توازن کے ساتھ برستا ہے۔کون ہے جو سمندر کے اس تلخ و شور پانی میں سے انتہائی احتیاط کے ساتھ پانی کشید کرتا ہے اور بادلوں کے پیٹھ پر سوار کر کے بالائی علاقوں تک پہنچا دیتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

''کیا تم نے وہ پانی دیکھا جو تم پیتے ہو۔کیا تم اسے بادل سے اتارتے ہو یا ہم اتارنے والے ہیں۔''(الواقعہ۵۶:۶۸۔۶۹)

شمس وقمر

چاند ہماری زمین کا سب سے قریب ترین سیارہ ہے کیونکہ اس کا فاصلہ ہماری زمین سے صرف دو لاکھ چالیس ہزار میل ہے۔سائنس دانوں کا بیان ہے کہ سورج ہماری زمین سے نو کروڑ تیس لاکھ میل بلندی پر ہے وہاں تک خلائی راکٹ سے سفر کریں تو مستقل پرواز میں سات سال کی مدت درکار ہوگی۔سائنس دانوں کا بیان ہے کہ سورج کا حجم اتنا زیادہ ہے کہ اگر وہ کھوکھلا ہوتا تو اس میں موجودہ زمین جیسی تیرہ لاکھ زمینیں سما جاتیں۔

عام مشاہدہ کی بات ہے کہ صانع اپنی صنعت سے پہچانا جاتا ہے۔اب آپ خود فیصلہ کریں کہ ایسی بھاری بھرکم چیز خلا میں کس کے کنٹرول سے قائم ہے۔؟ آخر کس نے سورج کو زمین سے نو کروڑ تیرہ لاکھ کی بلندی پر پہنچایا اور اس کو اسی بلندی پر قائم رکھے ہوئے ہے؟ اگر اس کی بلندی کم یا زیادہ ہو جائے تو نہ صرف کرہ ارض پر پیداواری نظام بگڑ جائے گا بلکہ اس پر ہر چیز یا جل جائے گی یا برباد ہو جائے گی۔؟ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج میں اس کا جواب یوں دیا ہے:

''اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بلاشبہ اللہ بے نیاز تعریف کیا گیا ہے۔کیا تو نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور کشتی کو بھی جو اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے اور وہ مینہ کو روکتا ہے کہ سوائے اس کی اجازت کے زمین پر پڑے۔یقیناً اللہ ان لوگوں پر مہربان رحم کرنے والا ہے۔''(سورۃ الحج ۲۲:۶۴،۶۵)

اناج

''کیا تم اسے اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں۔تو تم تعجب کرنے لگو (کہ) ہم پر چٹی پڑ گئی۔بلکہ ہم محروم ہو گئے۔''

(الواقعہ۵۶:۶۴،۶۷)

اس سے واضح ہے کہ کاشت کرنا انسان کے بس میں ہے لیکن کھیتی کا اگانا اور پودے کی افزائش انسان کے بس میں نہیں۔اسی خیال کو پنجاب کے ایک مشہور صوفی شاعر بابا بلھے شاہ نے کس خوبی سے شعر میں ڈھالا ہے۔

مالی دا کم پانی لانا بھر بھر مشقاں پاوے
مالک دا کم پھل پُھل لانا لاوے یا نہ لاوے

دودھ کی کشیدگی

حیوانات کی زندگی میں عقلمندوں کے لئے وجود باری تعالیٰ کی بے شمار نشانیاں ہیں۔اگر دودھ کی پیدائش پر ہی غور کیا جائے تو انسان ششدر رہ جاتا ہے۔گائے یا بکری سبز چارہ کھاتی ہے لیکن پھر یہ چارہ نظام ہضم کے ذریعہ پیٹ میں ایک طرف ناپاک اور غلیظ گوبر بنتا ہے جو زمین کے لئے کھاد مہیا کرتا ہے اور دوسری طرف خون پیدا کرتا ہے لیکن ان دونوں کے درمیان سے جو چیز کشید ہو کر دودھ کی شکل میں پیدا ہو رہی ہے وہ انتہائی صاف،لذیذ اور انسانی جسم کی پرورش کے لئے نہایت ضروری ہے۔قرآن مجید میں اس کو یوں بیان کیا گی ہے۔:

''اور تمہارے لئے چارپایوں میں عبرت ہے۔ہم تمہیں اس چیز سے جو دودھ کی شکل میں ان کے پیٹوں میں ہے گوبر اور خون کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔''(النحل۱۶:۶۶)

خالق کائنات کی نشانیاں جہاں انسان کو اس کی نعمتوں کے لطف اٹھانے میں ایک سکینت اور ممنونیت کا احساس پیدا کرتی ہیں وہاں اللہ کی حاکمیت سے اس کو رہنمائی بھی حاصل ہوتی ہے

☆☆☆☆

روزہ سے تہذیب نفس اور اخلاق عالیہ کا سبق

خطبہ جمعہ حضرت مولانا صدرالدین رحمتہ اللہ علیہ
مورخہ ۱۳ اپریل ۱۹۵۶ء بمقام احمدیہ بلڈنگس لاہور

روزہ کا حکم احکام جنگ میں

روزہ کا حکم احکام جنگ میں سے ہے مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے مشقت کی زندگی کا سبق دیا ہے۔ اس لئے کہ اس دنیا میں صرف وہ شخص کامیاب ہوسکتا ہے جو محنت اور مشقت سے کام لے اور اپنے آپ کو محنت اور مشقت کا عادی بنائے، سہل انگاری کی زندگی کامیاب نہیں بنا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے جنگ کے احکام میں ہمیں سکھایا کہ مشقت کی زندگی استقامت اور استقلال سے کام لینا، ایک کام کو عزم اور ارادہ کے ساتھ نبھانا ہی انسان کی کامیابی کا موجب ہوسکتا ہے اور اس کے علاوہ کھانے پینے کی مشکلات بھی ہر اس قوم کے سامنے آتی ہیں جو جنگ میں مبتلا ہو۔

جنگ میں اخلاقِ عالیہ اختیار کرنے کا حکم

ایسی حالت میں مسلمان قوم کو وہ سبق دیا گیا جو دوسری کسی قوم کو نہیں ملا۔ جنگ میں مشقت کو برداشت کرو اور اعلیٰ درجے کے اخلاق بھی سیکھو۔ **لعلکم تتقون** تقویٰ، طہارت، ہر قسم کی برائی سے بچنا یہ تمہارا شعار ہونا چاہیے، کسی غیر عورت کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھنا، دوسروں کا مال نہیں لوٹنا، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہیں کرنا، پھلدار درختوں کو نہیں کاٹنا، یہ جنگ کے احکام میں سکھایا گیا۔

اسلامی جنگ کی غرض

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ لوگ شہرت حاصل کرنے یا مال لوٹنے یا بہادری دکھانے کے لئے جنگ کرتے ہیں۔ فرمایا لتکون کلمة اللّٰه هی العلیا ،اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے، اس کے دین کو غالب کرنے کے لئے جنگ کرو۔

جنگ میں تقویٰ اللہ اور بلند اخلاق کی تعلیم

کیا میدان جنگ میں اس قسم کے احکام کسی جرنیل یا کرنل نے کبھی دیئے ہیں؟ وہ تو اپنے سپاہیوں کو لالچ دیتے ہیں اور کبھی ان کی حرکات شنیعہ پر انہیں تنبیہہ نہیں کرتے۔ یہ خصوصیت حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہے کہ میدانِ جنگ میں ہر قسم کی نفسانی خواہشات اور طمع و لالچ سے منع کیا اور تقویٰ اللہ اور بلند اخلاق اختیار کرنے کی تعلیم دی، ایک شخص کو میدانِ جنگ میں تیر لگا، صحابہؓ نے نعرے بلند کئے تھے ''شہادت مبارک ہو'' آنحضرت صلعم نے فرمایا اس کی کوئی شہادت نہیں، اس نے خیبر میں مال غنیمت کی ایک چادر بیت المال میں داخل کرنے کے بجائے خود لے لی تھی، اب وہ آگ بن کر اس کے اوپر بھڑکے گی۔

اخلاق عالیہ کا کالج میدانِ جنگ میں

کس قدر تقویٰ سکھایا ہے۔ مال غنیمت میں ایک چادر لے لینا بھی ناجائز ہے۔ سپاہیوں کو تقویٰ سکھانے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوئے ہیں۔ سعید (ایک صحابی) کے بھائی کو ایک شخص نے قتل کر دیا وہ تلوار لے کر دشمن کی صفوں میں گھس گیا اور قاتل کو قتل کر کے اور اس کی تلوار چھین کر لے آیا اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اجازت ہو تو میں اس تلوار کو بطور یادگار کے اپنے پاس رکھ لوں؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو کوئی اس قسم کا حکم نہیں کہ اپنے اختیار سے مال غنیمت میں سے کسی کو کچھ دے سکوں، وہ کہتے ہیں میں نے بیت المال میں تلوار تو پھینک دی لیکن میرے دل کو بہت صدمہ ہوا پھر کچھ دیر بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے پاس گئے اور کہا کہ اب مجھے اختیار دے دیا گیا ہے اور تم وہ تلوار لے سکتے ہو، یہ وہ دیانت وامانت ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی، جنگ حنین میں چالیس ہزار بکری، چھ ہزار اونٹنیاں اور چھ ہزار اوقیہ چاندی ہاتھ آئی۔ آپؐ نے اس موقع پر امانت و دیانت سکھانے کے لئے تلقین فرمائی اور ایسا کرتے وقت اونٹ کے سنام سے تھوڑی سی پشم لے کر فرمایا کہ میرے لئے حرام ہے اور جس کسی نے ایک رتی بھی اس میں سے لے لی وہ بددیانت ہے۔ حضور کے ارشادات کا یہ اثر ہوا کہ اگر کسی نے اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی رسی بھی اُٹھائی تھی تو اس کو لاکر بیت المال میں رکھ دیا۔ یہ میدان جنگ کیا ہے۔ اخلاقیات کا کالج کھولا ہوا ہے۔ یہ ہیں ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یہ ہے ان کا روزہ، اپنی قوم کو ایسے بلند پایہ اخلاق سکھائے جن کی نظیر نہیں مل سکتی۔ میں پاکستان کی حکومت کا دشمن نہیں۔ میں اسے خدا داد نعمت سمجھتا ہوں کہ اس نے ہمیں آزادی دی اور اتنی بڑی سلطنت کا مالک بنایا لیکن یہ میں کہوں گا کہ اس پاکستان میں ایسے ناہنجار افسر موجود ہیں جو اپنے نفس کی خاطر بددیانتی سے کام لیتے ہیں۔ عیش وعشرت کی زندگی بسر کرنا ان کا نصب العین ہے۔ اور اس کے لئے جو کچھ وہ کرسکیں کرتے ہیں۔ یہ اچھا نہیں تم بددیانتی کر کے خدا اور رسول کے حکم کو نہیں مانتے۔ تم یہ بھی نہیں جانتے کہ تمہارے اس فعل سے پاکستان دنیا میں بدنام ہو جائے گا اور خود تمہارا بھی انجام اچھا نہ ہوگا۔ ہمارے حکام اپنے نفس کے لئے سب کچھ کرگزرتے ہیں لیکن وہ نہیں جانتے کہ ان کو لوگ دیکھ رہے ہیں اور کوئی نہ بھی دیکھے تو خدا تو انہیں دیکھ رہا ہے خدا کی گرفت سے بچنا بڑا مشکل کام ہے۔ کوئی پتہ نہیں کس وقت کوئی شخص پکڑا جائے۔

خدا کی گرفت

ایک شخص اسی جماعت کا میرے پاس آیا۔ وہ ڈاک خانہ میں کام کرتا تھا کسی محکمانہ الزام میں وہ پکڑا گیا اور اسے سزا ہوگئی۔ اس نے مجھے بتایا کہ جس الزام میں مجھے سزا ہوئی بالکل غلط تھا، میں نے کوئی بددیانتی نہیں کی، نہ میری کسی غفلت کی وجہ سے پارسل گم ہوا، ہاں ایک جرم میرا تھا جس کو خدا دیکھتا تھا وہ یہ ہے کہ جس گلی میں میں رہتا تھا اس میں ایک ہندو عورت تھی جس کو میں بدنظری سے دیکھتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے اسی جرم میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے الزام میں مجھے سزا دی، آخر ڈیپارٹمنٹ تو سارے خدا کے ہاتھ میں ہیں تم ایک ڈیپارٹمنٹ میں قصور نہ کرو تو دوسرے ڈیپارٹمنٹ بھی تو اسی کے ہیں۔ وہ کسی اور ڈیپارٹمنٹ سے سزا دلا دے گا۔ تو اس میں پاکستان کی بہبودی، اس کے استحکام اور خود اپنی عزت و بہبود کے لئے بھی تقویٰ اور طہارت سے کام لینا ضروری ہے۔

روزہ تربیت اخلاق کا ذریعہ ہے

یہاں یہی بات لکھی ہے فرمایا یا یھا الذین اٰمنو اے ہمارے دوستو! جو ہم پر ایمان لائے ہو۔ جنہوں نے ہمارے ساتھ تعلق لگایا ہے ہم تمہاری تربیت اخلاق کے لئے تمہیں تقویٰ سکھانے کے لئے ایک بات کہتے ہیں۔ **کتب علیکم الصیام** روزے تم پر فرض کئے جاتے ہیں۔ سال میں ایک ماہ تم روزے رکھا کرو، اس سے تمہارے اخلاق درست ہوں گے اور تم نیکی اور تقویٰ میں ترقی کرو گے اور یہ وہ حکم ہے کہ تم سے پہلے لوگوں کو بھی یہی حکم دیا گیا تھا۔ **کما کتب علی الذین من قبلکم**۔ جس قدر پیغمبر اس سے پہلے دنیا میں آئے سب نے روزے رکھنے کی تاکید کی۔

روزہ کی تاریخی حیثیت

روزہ اپنے پیچھے ایک تاریخ رکھتا ہے۔ ہر قوم میں ایسے لوگ ہوئے ہیں جنہوں نے تقویٰ وطہارت کے حصول کے لئے روزہ رکھنا ضروری سمجھا، روزہ اس لئے نہیں کہ چند گھنٹے بھوکا پیاسا رہ لیا، روزہ اخلاق سکھانے تقویٰ وطہارت

پیدا کرنے کے لئے ہے۔روزہ کی ایک تاریخ ہے وہی لوگ اس سے پہلے کامیاب ہوئے جنہوں نے خدا سے تعلق پیدا کیا جس کے لئے تقویٰ وطہارت کا پیدا کرنا ضروری ہے اوران چیزوں میں سے جن سے تقویٰ وطہارت پیدا ہوتا ہے ایک روزہ ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم کے روزے

غارحرا میں اورقرآن کا نزول

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غارِحرا میں جا کر روزے رکھے اور اس درجہ اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا کیا، اس قدر تقویٰ وطہارت اور دل کی صفائی اس سے پیدا ہوئی کہ خدا کا پاک کلام قرآن کریم کی شکل میں آپ پر نازل ہوا ۔شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن ۔رمضان کے مہینہ میں قرآن کا نزول ہوا۔حضور نے روزہ کے ذریعہ اپنے دل کو اس قدر پاک وصاف کیا کہ وہ شیشہ کی طرح ہوگیا۔خدا کا کلام دل کی صفائی کے بغیر نازل نہیں ہوتا۔خدا کا تعلق ان لوگوں کے سوا اور کسی سے نہیں جن میں تقویٰ وطہارت ہو۔

روزہ کی اصل غرض نفس پرستی سے بچنا ہے

نیکی اور خدا خوفی پیدا کرنا روزہ کی اصل غرض ہے۔ایک خدا کے ساتھ تعلق باندھنا اسلام کی اصل تعلیم ہے۔ امرهم بالوفاء خدا کے ساتھ وفاداری ایک خدا کے آگے جھکنے کا تم نے عہد کیا ہے۔لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں اسی عہد کا اقرار ہے کہ ہم خدا کے احکام پر چلیں گے اس کے رسول کا حکم مانیں گے۔ خدا کا حکم ہے کہ دیانت وامانت سے کام لو، نفس پرستی کو چھوڑ دو، نفس پرستی کا لازمی نتیجہ بددیانتی ہے۔اسی سے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی ذلت ہے۔

روزہ میں نفس کو قابو میں رکھو

روزہ یہ نہیں کہ حسن اخلاق کو جواب دے دیا جائے ۔ روزہ رکھنا اور دوسروں کو کاٹ کھانا ناواجب ہے۔غیظ وغضب کو دبانا چاہیے انانیت کا سبق نہ سیکھنا چاہیے۔نفس پر قابو پانا روزہ ہے اسی طرح سے خواہشات نفسانی پر قابو پانا روزہ ہے۔روزہ اس لئے تھا کہ حسن اخلاق پیدا ہوتا،قولو للناس حسنا زبان پر خوبصورتی ہو، الفاظ میں خوبصورتی ہو، درندگی انسانیت کے خلاف ہے۔ رمضان کا مہینہ اس کی مشق کراتا ہے کہ انسان درندگی کو چھوڑ دے۔

رمضان میں قرآن کا نزول اوراس کی حفاظت

شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن ،رمضان میں قرآن کا نزول ہوا، آج پچاس کروڑ مسلمان اپنے گھروں اور مسجدوں میں قرآن پڑھتے اور قرآن سنتے ہیں۔تراویح کی نماز میں قرآن سنایا جاتا ہے۔مسلمانوں پر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ قرآن کی حفاظت خدا نے اپنے ذمہ لی۔اور آج دشمن بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ قرآن ہی ایک کتاب ہے جو بالکل اسی طرح محفوظ چلا آرہا ہے جس طرح نازل ہوا۔حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس کو زبانی یاد کیا۔صحابہؓ نے اس کو یاد کیا اور آج لاکھوں کی تعداد میں ایسے لوگ ہیں جو اس کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے ہیں۔یہ اس کی حفاظت کا انتظام ہے۔

حدیث کی حفاظت

اسی طرح یہ بھی انتظام اللہ تعالیٰ نے کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات طیبات محفوظ کئے جائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد ہر وقت ہزاروں کی تعداد میں لوگ جمع رہتے تھے۔جو آپؐ کے کلمات کو سنتے اور انہیں یاد رکھتے تھے۔ان کا حافظہ بھی بلا کا تھا، اس کے ساتھ یہ عشق اور ولولہ تھا کہ حضور کی باتیں سنیں اور انہیں دوسروں تک پہنچائیں۔نہ آنحضرتؐ نے خود قرآن کو لکھ کر صحابہؓ کے سپرد کیا اور نہ ہی حدیث۔ہاں دونوں کی حفاظت کے سامان کردیئے گئے۔چنانچہ دونوں ہی محفوظ ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کا دین زندہ ہے

یہ کمال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے کہ آپؐ زندہ ہیں۔ اور آپ کا دین بھی زندہ ہے۔دنیا کے ہر ملک میں وہی دین ہے جو پونے چودہ

سوسال سے چلا آتا ہے۔ایک ہی دین سب ملکوں میں پایا جاتا ہے۔چین میں جائیں، روس میں جائیں، الجیریا اور مراکش میں جائیں اسلام کی وہی شکل وہاں ملے گی جو ہمارے ملک میں اور عرب میں پائی جاتی ہے۔روس آج بدنام ہے کہ اس نے دین کو مٹا دیا میں اس سے پہلے روسی مسلمانوں سے بھی ملا ہوں وہی دین ان میں بھی تھا جو ہم میں پایا جاتا ہے۔یہ کیا بات ہے کہ جدھر جائیں اسلام کی شکل ایک ہی ہے، یہ اس لئے ہے کہ قرآن کی حفاظت بھی اللہ تعالیٰ نے کی اور حدیث کی حفاظت کا بھی سامان کیا۔

روزہ کے احکام وفوائد

تو روزہ کا حکم تہذیب نفس کے لئے دیا گیا ہے ہاں جو لوگ بیمار ہوں یا سفر پر ہوں، یا بچے والی عورت ہو،ان کے لئے فرمایا فعدة من ایام اخر دوسرے دنوں میں رکھ لیں۔وعلی الذین یطیقو نه فدیة طعام مسکین جو لوگ روزہ کی برداشت نہیں رکھتے، بہت بوڑھے ہیں یا دائم المریض یا حاملہ عورتیں ہیں وہ ایک مسکین کو کھانا دے دیا کریں۔وان تصومو خیر لکم روزہ رکھنا تمہارے بہت سی بھلائیوں کا موجب ہے۔یہ صبر واستقامت سکھاتا اور صبر استقامت سے امداد الٰہی حاصل ہوتی ہے۔واستعینو بالصبر والصلوٰۃ روزہ اور نماز کے ذریعہ جناب الٰہی سے امداد طلب کرتے رہو۔اس میں تمہاری اپنی بھی بہبودی ہے اور قوم ملک کی بہبودی بھی اسی میں مضمر ہے۔

(پیغام صلح ۱۸اپریل ۱۹۵۶ء)

☆☆☆☆

اہلاً وسہلاً ومرحبا اے ماہِ صیام

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’روزہ ڈھال ہے، روزہ گناہوں اور جہنم سے بچاؤ کا باعث ہے، جب انسان روزہ سے ہو تو چاہیے کہ فحش باتوں، لڑائی جھگڑے یا گھر میں چیخنے چلانے سے اجتناب کرے۔روزہ دار کے منہ کی خوشبو کو اللہ تعالیٰ نے مشک کی خوشبو سے تشبیہ دی ہے۔

یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس کا ابتدائی حصہ اللہ کی رحمت ہے۔درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آگ سے آزادی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہلاکت ہو اس شخص کی جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی۔میں نے اُن کی دُعا پر کہا۔آمین (حدیث نبوی)

جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے ایک کا نام ’’ریان‘‘ ہے اس میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔(بخاری شریف)

ماہ رمضان المبارک کی تقدیس وعظمت کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ کریم نے اہل عالم کی فلاح ونجات کے نسخوں (الہامی کتب) کے نزول کے لئے ماہ صیام ہی کو منتخب کیا۔

مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان ایام برکت ورحمت اور ماہ رشد وہدایت کو غنیمت سمجھا اور زیادہ سے زیادہ اپنے گناہوں کی معافی طلب کی۔

جب رمضان کی آخری رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ روزہ داروں کو شرفِ قبولیت بخشتے ان کی بخشش اور مغفرت کا حکم صادر فرماتے ہیں۔

انیسویں صدی کا عظیم مفسر و مترجم قرآن
حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن کی مقبولیت پر ایک صدی کی مہر تصدیق (1916-2016)

ملک بشیر اللہ خان راسخ (راولپنڈی)

قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ

حضرت مولانا محمد علی صاحب نے 1909ء میں قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ شروع کیا۔ 16 اپریل 1916 کو مکمل کیا اور 28 اپریل 1916 کو خطبہ جمعہ کے بعد ترجمہ و تفسیر مکمل ہونے کی خوشخبری سنائی۔ اس ترجمہ و تفسیر کی طباعت انگلستان میں حضرت مولانا صدرالدین صاحب کی نگرانی میں ہوئی اور 1917ء کے آخر میں اس کی اشاعت شروع ہوئی۔ آپ اُردو ترجمہ قرآن بھی انگریزی ترجمہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ کرتے جاتے تھے۔ چنانچہ مارچ 1914ء میں چھ پاروں کا ترجمہ نہ صرف مکمل ہوا بلکہ حضرت مولانا نورالدین صاحب نے بھی اسے سنا اور تصحیح فرمائی۔ یاد رہے کہ اس وقت تک 23 پاروں کا انگریزی ترجمہ و تفسیر مکمل ہو چکا تھا۔ لاہور آ کر آپ نے احمدیہ بلڈنگس میں 2 اپریل 1914ء سے روزانہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ چنانچہ مارچ 1915ء میں پہلے پارے کا اُردو ترجمہ و تفسیر ''نکات القرآن'' کے نام سے شائع ہوا۔ لیکن 1918ء سے حضرت مولانا نے اُردو ترجمہ و تفسیر پر پورے انہماک سے کام شروع کر دیا۔ اور مئی 1921ء سے بیان القرآن ایک ایک پارہ کی شکل میں سات پاروں تک شائع ہوا اور نومبر 1923ء میں اس کی تیسری اور آخری جلد شائع ہوئی۔ اس طرح اللہ کے فضل و کرم سے 2 اپریل 1923ء کو بیان القرآن کی تصنیف پایہ تکمیل کو پہنچی۔

زندگی کے مختصر حالات

آپؒ کی پیدائش دسمبر 1874ء میں کپورتھلہ میں ہوئی۔ 5 ویں جماعت مرار کے موضع دیاپور کے اینگلو ورنیکلر سکول سے پاس کی۔ دو میل پیدل چل کر سکول جاتے تھے۔ 1883ء میں رندھیر ہائی سکول کپورتھلہ میں 9 برس کی عمر میں داخل کروا دیا گیا۔ میٹرک 1890 میں فرسٹ ڈویژن میں پاس کی۔ سکول کے زمانے میں کرکٹ کا شوق تھا۔ میٹرک کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے 1892ء میں ایف۔ اے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ بی۔ اے ریاضی مضمون کے ساتھ یونیورسٹی بھر میں اول آئے اور کالج کے پروفیسر صاحب نے ''محمد علی ہمارے کالج کا بہترین ریاضی دان ہے'' کا سرٹیفکیٹ دیا۔ آپ نے اسی کالج سے ایم اے انگریزی میں اعلیٰ پوزیشن لے کر ڈگری حاصل کی۔ اسلامیہ کالج لاہور میں ریاضی کے 3 سال تک پروفیسر رہے۔ کھیلوں میں فٹ بال کھیلتے تھے۔ ایم اے کرنے کے بعد آپ اسلامیہ کالج لاہور میں ملازمت بھی کرتے رہے اور ساتھ ہی ایل ایل بی کی کلاس میں داخل ہو گئے اور یونیورسٹی کے 3 امتحانوں میں اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کی۔ 1897ء میں آپ نے اسلامیہ کالج کی ملازمت چھوڑ کر اورنٹیل کالج میں ملازمت کر لی۔ 1899 تک کالج میں ریاضی پڑھاتے رہے۔

1890ء میں ہم جماعت اور دوست منشی عبدالعزیز دہلوی صاحب سے

کتاب ''ازالہ اوہام'' لے کر پڑھی اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے قائل ہوگئے ۔ 1892ء میں لاہور میں حضرت مرزا صاحب مولوی عبدالحکیم کلانوری سے ایک مباحثہ کے لئے تشریف لائے ۔آپ حضرت مرزا صاحب کا دیدار کرنے اپنے بھائی مولانا عزیز بخش صاحب کے ساتھ مباحثہ میں شریک ہوئے اور پہلی نظر میں حضرت مرزا صاحب کا نورانی چہرہ دیکھ کر ان کی صداقت کے قائل ہوگئے ۔اس کے بعد آپ حضرت مرزا صاحب کے تمام مباحثوں کے پرچے جو روزانہ شائع ہوتے تھے، ڈاک سے منگوا کر پڑھا کرتے تھے ۔ 1894ء تا 1897ء میں جب آپ اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر تھے تو خواجہ کمال الدین صاحب سے جو خود بھی اسی کالج میں پڑھاتے تھے ان کی ملاقاتیں ہوئیں اور حضرت مرزا صاحب کے دعاوی کا تذکرہ بھی آپس میں ہوتا رہتا تھا۔ خواجہ صاحب اس وقت تک احمدی ہو چکے تھے ۔حضرت مرزا صاحب کی نیک شہرت اور علم وفضل کا طول وعرض میں چرچا تھا۔ 1897ء میں خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ آپ پہلی مرتبہ قادیان گئے ۔مجدد صد چہاردہم کی صحبت میں 7، 8 دن قیام کیا اور بیعت کر لی ۔ بیعت کے بعد حضرت مسیح موعودؑ اپنی بعض تحریرات اور میموریل آپ کو انگریزی ترجمہ کے لئے بھیجتے رہے ۔ ہر ہفتہ اتوار آپ قادیان جاتے اور موسم گرما کی تعطیلات وہاں گزارتے ۔ لاہور سے ریلوے کے ذریعہ بٹالہ جاتے اور پھر وہاں قادیان بذریعہ یکہ اور کبھی 12 میل پیدل چل کر امام زمانہ کی خدمت میں پہنچتے ۔باقی ماندہ دنوں میں حضرت مسیح موعودؑ سے خط وکتابت رہتی تھی۔حضرت اقدس کے خطوط سے کچھ سطور ملاحظہ کیجئے:

5 دسمبر 1898ء

محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب ایم اے سلمہ،

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

''عنایت نامہ پہنچا۔اللہ تعالیٰ خدائے غفور الرحیم آپ کو کامیاب فرمائے۔''

3 جنوری 1899ء

''جس قدر آپ محنت اور کوشش محض خالصتاً للہ کر رہے ہیں۔دل سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی نیک جزا آپ کو بخشے۔آمین''

18 جنوری 1899ء

''اللہ تعالیٰ آپ کو پاس کرے اور آپ کو ان خدمات کا اجر بخشے''

(آپ ایل ایل بی کا امتحان دے رہے تھے)۔

8 فروری 1899ء

''آپ کو امتحان پاس ہونا مبارک ہو۔الحمدللہ''

29 مارچ 1899ء

''آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔امید رکھتا ہوں کہ آپ چند روز اپنے گاؤں میں رہ کر پھر اپنے وعدے کے مطابق 8 دن رہنے کے لئے اس جگہ تشریف لاویں گے ۔ میں نے وہ کتاب لکھنی شروع کر دی ہے جس کا ترجمہ آپ کریں گے۔''

8 مئی 1899ء

''مجھ کو اس بات سے خوشی ہوئی کہ خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے آپ کے لئے قادیان میں رہنے کے لئے تقریب پیدا کر دی۔معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ نے آپ کے لئے بہت کچھ فضل اور رحمت کا ارادہ فرمایا ہے کہ یہ تقریب قائم ہوگئی۔میرے نزدیک تو بہتر ہے کہ تمام گرمی کے دن اکتوبر کے مہینے تک آپ اسی جگہ قادیان میں رہیں اور جوانمردی سے دینی امور سرانجام دیں۔اور اس عرصہ میں مولوی صاحب (مولانا نورالدینؓ) سے قرآن شریف بھی سنیں۔پھر اکتوبر جو ابتدا سردی کا ہوتا ہے آپ کو اختیار ہوگا کہ اپنے کام میں مشغول ہوں ۔ یہ مدت آپ کے لئے انشاء اللہ دینی امور کی تکمیل کے لئے اکسیر کا کام دے گی۔مجھے آپ پر نہایت نیک ظن ہے اور میں خیال کرتا ہوں کہ آپ اس عرصہ میں بہت ترقیات کر لیں گے ۔میرا مدت سے ارادہ ہے کہ اپنی جماعت کو دو گروہوں میں تقسیم کروں ۔ایک وہ گروہ جو کچھ دنیا کے ہیں اور کچھ دین کے اور بڑے بڑے امتحانوں کو برداشت نہیں کر سکتے اور دین میں بڑے کام نہیں کر سکتے ۔ دوسرا گروہ جو پورے صدق اور پوری وفاداری سے اس

دروازے میں داخل ہوتے ہیں اور درحقیقت اپنے تئیں اس راہ میں بیچتے ہیں۔ سو میں چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کو دوسرے گروہ میں سے کرے۔ آپ 15 مئی 1899ء کے گزرنے کے بعد اس لمبی رہائش کے ارادہ سے تشریف لے آویں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو بہت ثواب ہوگا۔''

جب یہ خط ملا تو مولانا محمد علی صاحب کا نام (E.A.C) کے مقابلہ کے امتحان کے لئے منظور ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ اورنیٹل کالج کی ملازمت چھوڑ چکے تھے اور وکالت کی پریکٹس کے لئے گورداس پور میں کوٹھی کرایہ پر لے چکے تھے۔ کتب اور فرنیچر خرید چکے تھے اور منشی بھی رکھ چکے تھے۔ پریکٹس شروع کرنے سے پہلے قادیان حضرت مرزا صاحب کے پاس 18 مئی 1899ء جب پہنچے تو وہاں آپ کی آمد کی خبر جماعت کے اخبار ''الحکم'' میں اس طرح شائع ہوئی:

''مولوی محمد علی صاحب ایم اے چند ماہ تک قادیان میں قیام کریں گے۔ 18 مئی 1899ء کو آپ دارالامان آپہنچے۔ حسب معمول ''مسیح ہندوستان میں'' کا ترجمہ کر رہے ہیں۔

''آپ نے گورداس پور والی کوٹھی کا دو ماہ کا کرایہ ادا کر کے خالی کر دیا تاکہ اکتوبر تک آپ قادیان میں ہی رہ سکیں۔ اسی دوران حضرت مرزا صاحب نے ایک رسالہ انگریزی میں جاری کرنے کی تجویز دی۔ آپ نے لبیک کہا۔ رسالہ میں کچھ تاخیر ہوئی۔ مارچ 1900ء میں آپ نے حضرت مرزا صاحب کو ایک رقعہ لکھا۔ حضرت اقدس نے اسی رقعہ کی پشت پر ہی ایک مختصر جوابی نوٹ لکھ دیا۔ (دونوں تحریریں ملاحظہ فرمائیں)۔

23 مارچ 1900ء

سیدی و مولائی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

''حضور نے کل ظہر کے وقت جو ارشاد فرمایا تھا کہ اس خاکسار کو بھی چاہیے کہ مستقل طور پر اب یہاں ہی رہائش اختیار کرے۔ اس کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ جب گذشتہ مئی میں اس لمبے قیام کی اجازت لے کر حاضر خدمت ہوا تھا تو اس وقت میرے دل میں سوائے اس کے اور کوئی ارادہ نہ تھا اور اللہ تعالیٰ اس پر گواہ ہے کہ شاید اس لمبے قیام کے اثناء میں کوئی ایسی سبیل نکل آئے کہ دنیا کے سب دھندوں سے الگ ہو کر ہر وقت حضور کے قدموں میں رہنا نصیب ہو جائے اور یہی سب سے بڑی آرزو اس وقت دل میں موجود ہے۔ اپنے وطن میں جانے کا جو ایک دو دفعہ اتفاق ہوا ہے تو سوائے خوشنودیٔ والدین اور کوئی امر مدنظر نہ تھا اور یہ تو میرے دل میں کبھی وہم تک بھی نہیں گزرا کہ اب اس آبائی گھر میں جا کر کبھی رہائش اختیار کروں۔ آپ کے قدموں میں ہوں اور آپ کا غلام ہوں اور آپ سے ہی درخواست کرتا ہوں کہ میرے لئے دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اسی وعدے پر تادم زیست قائم رہنے کی توفیق دے اور اسی ایمان پر اٹھاوے۔ جب اور جس طرح حضور حکم دیں میں رہنے اور کام کرنے کو تیار ہوں۔ اگرچہ اس دعوے کو پیش کرنے کے وقت بہت ڈرتا ہوں کیونکہ سب ہدایت اللہ تعالیٰ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ مگر چونکہ حضور خود بھی یہ وعدہ بیعت کے وقت لیتے ہیں اسی لئے میں نے عرض کر دینے کی جرات کی ہے یعنی ان الفاظ کو ''میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا'' یہی معنی ہیں کہ بیعت کنندہ اپنے آپ کو مع اپنے تمام قویٰ کے مرسل من اللہ کے حوالے کر دے۔ رہائش کے متعلق صرف یہ آرزو ہے کہ کوئی ایسا مکان ہو جس میں حضور کا قرب جسمانی طور بھی رہے جیسے یہ جگہ ہے جہاں حضور نے اب اس عاجز کو ٹھہرنے کی اجازت دی ہے۔ کام وکالت کرنے کی صورت میں مستقل ارادہ ہے کہ ہر ہفتہ حاضر خدمت ہوا کروں اور اسی وجہ سے دور جانا بھی نہیں چاہتا کیونکہ بُعد سے دل پر بہت سے زنگ بیٹھ جاتے ہیں۔ اسی لئے جہاں حضور حکم دیں مکان بنوالوں۔ میں اس وقت گھر سے کچھ روپیہ اسی کام کے لئے منگوالوں گا۔

خاکسار، محمد علی

اسی رقعہ کی پشت پر حضرت اقدس نے اپنے ہاتھ سے یہ تحریر فرمایا:

''محبی اخویم مولوی محمد علی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھ کو اس وقت آپ کے اس خط کے پانے سے بہت ہی خوشی ہوئی کہ

اندازہ سے باہر ہے۔ خدا تعالیٰ آپ کو مرادات دارین تک پہنچائے۔ میں مکان کی تجویز میں ہر وقت لگا ہوں امید ہے خاطر خواہ مکانات بہت قریب مل جائیں گے مگر بالفعل یہ مکان آپ کے لئے کافی ہوگا اور میں نے محض آپ کی نیت سے اس مکان کو بنوایا تھا اور کوئی غرض نہ تھی مگر چونکہ زنانہ مکان کے لئے کچھ وسعت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ تمام لوازم پورے ہو سکیں سو اسی کی میں فکر میں ہوں۔اُمید ہے اللہ تعالیٰ تمام افکار ہائے رفع کر کے مرادات تک پہنچاوے گا کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ والسلام، خاکسار، مرزا غلام احمد عفی عنہ

غرضیکہ 25 برس کی بھرپور جوانی میں مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ دنیا کے سب دھندوں سے الگ ہو کر حضرت مسیح موعودؑ کے قدموں میں جا بیٹھے۔اور آپؒ نے اپنے خاص مکان کی تیسری منزل پر جگہ دی۔اسی منزل کے درمیانی حصہ میں حضرت مسیح موعودؑ بمعہ اہل خانہ رہتے۔ایک طرف حضرت مولانا نور الدین صاحب رہتے۔حضرت مرزا صاحب کے کمرے کے ساتھ مولانا عبد الکریم سیالکوٹی صاحب کا کمرہ تھا۔درمیانی منزل کی ایک کوٹھڑی میں آپ کا دفتر تھا۔جہاں سے بیش بہا مضامین رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' کے لئے انگریزی میں نکلتے تھے۔جس کے متعلق شبہ کیا جاتا تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کوئی انگریز رکھا ہوا ہے جو یہ مضامین لکھتا ہے۔حضرت مسیح موعودؑ آپ کے کھانے پینے کا بہت خیال رکھتے تھے۔حضرت اقدس نے آپ کا رشتہ خود کیا اور اپنے بچوں کی طرح شادی کی۔4 اپریل 1901ء کو آپ کا نکاح حضرت اقدس کی منشاء کے مطابق میاں نبی بخش صاحب کی دختر فاطمہ بیگم کے ساتھ گورداس پور میں ہوا۔

آپ روزانہ حضرت مولانا نور الدینؒ سے درس قرآن سنتے۔قرآن کا جو علم آپ نے ان دونوں ہستیوں سے حاصل کیا۔اس کا اعتراف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں: ''بالآخر اس بات کا ظاہر کر دینا بھی ضروری ہے کہ گو قرآن شریف کی اس ناچیز خدمت میں میں نے سلف صالحین کی محنت سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔مگر میری زندگی میں جس شخص نے قرآن کریم کی خدمت اور محبت کا شوق پیدا کیا وہ اس صدی کے مجدد حضرت مرزا صاحب ہیں اور اس کے بعد فہم قرآن میں جس شخص نے مجھے اس راہ پر ڈالا وہ استاذی المکرّم حضرت مولانا نور الدینؒ ہیں:

میں محض مٹی ہوں اگر اس میں کچھ خوشبو کسی کو معلوم ہو تو وہ کسی اور کی پھونکی ہوئی روح ہے۔

جمال ہمنشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

(۱) ''ہماری جماعت میں اول درجہ کے مخلص دوستوں میں سے مولوی محمد علی صاحب ایم اے ہیں۔۔۔ظاہری نظر سے اور نیز پوشیدہ طور پر ان کے حالات کا، اخلاق کا اور دین اور شرافت کی رُو سے تجسس کرتا رہا ہوں۔سو خدا کا شکر ہے کہ میں نے ان کو دینداری میں اور شرافت۔۔۔کے ہر پہلو میں نہایت عمدہ انسان پایا ہے۔۔۔اور بہت سی خوبیوں میں رشک کے لائق ہے۔۔۔یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے ہونہار لڑکے جو بہمہ صفت موصوف ہوں اور ہر طرح سے لائق اور معزز درجہ کے آدمی ہوں تلاش کرنے سے نہیں ملتے۔''

(9 اگست 1899ء مجموعہ اشتہارات جلد ہشتم صفحہ 47)

''اور مجھے اس سے بہت خوشی ہے کہ ایک اور جوان صالح خدا کے فضل کو پا کر ہماری جماعت میں داخل ہوا ہے یعنی حُبی فی اللہ مولوی محمد علی صاحب ایم اے پلیڈر ہیں۔ میں اُن کے آثار بہت عمدہ پاتا ہوں۔۔۔اور مولوی حکیم نور الدین صاحب سے حقائق و معارف قرآن شریف سن رہے ہیں۔اور مجھے یقین ہے کہ میری فراست اس بات میں خطا نہیں کرے گی کہ جوان موصوف خدا تعالیٰ کی راہ میں ترقی کرے گا۔اور یقین ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تقویٰ اور محبت دین پر ثابت قدم رہ کر ایسے نمونے دکھائے گا جو ہمجنسوں کے لئے پیروی کے لائق ہوں گے۔اے خدا تو ایسا ہی کر۔آمین'' (4 اکتوبر 1899ء ''مجموعہ اشتہارات'' جلد ہشتم، صفحہ 68)

حضرت مسیح موعودؑ کی دیرینہ خواہش اور آرزو کے مطابق جنوری 1902ء

سے بلند پایہ رسالہ ''ریویو آف ریلیجنز'' مولانا محمد علی صاحب کی ادارت میں انگریزی میں شائع ہونا شروع ہوا اور ساتھ ہی اس کا ترجمہ اُردو رسالہ کی صورت میں نکلنے لگا۔ آپ کا مشاہرہ 31 دسمبر 1901ء تک 60 روپے اور یکم جنوری 1902ء سے 100 روپے ماہوار مقرر ہوا۔ سبحان اللہ آپ اپنی ضرورت کے لئے صرف 20 روپے لیتے رہے۔ نہایت تنگی سے گزارہ کرتے رہے۔ آپ شادی شدہ بھی تھے۔ آپ مقروض ہو گئے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو جب علم ہوا کہ 3 سال سے آپ صرف 20 روپے لے رہے ہیں اور 1500 روپے کے مقروض ہو گئے ہیں۔ تو فوری طور پر 1500 روپے میگزین فنڈ سے ان کو دیئے جانے کی ہدایت کی۔

ایک دفعہ نماز مغرب کے وقت حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب اپنے ہاتھ میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز لئے مولوی محمد احسن امروہی صاحب سے مخاطب ہوئے۔ ''کیا آپ نے یہ مضمون ''حفاظت احادیث'' پڑھا۔ انہوں نے فرمایا ہاں ہم نے پڑھا ہے۔ اس پر مولوی نور الدینؓ نے فرمایا ہم تو سمجھتے تھے کہ ہم اور آپ مولوی لوگ ہی حدیث کا علم رکھتے ہیں لیکن مولوی محمد علی صاحب نے اس شعبہ میں بھی اس کمال کی تحقیقات کی ہیں کہ مجھے حیران کر دیا ہے۔''

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

''جو کوئی میری موجودگی میں اور میری زندگی میں میری منشاء کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔'' (اشتہار ستمبر 1903ء)۔

حضرت مسیح موعودؑ کی دو خواہشات اور تھیں۔ ایک قرآن کا انگریزی ترجمہ و تفسیر کر کے یورپ میں لوگوں تک پہنچانا اور دوسرے اسلامی مسائل پر ایک مفصل کتاب لکھ کر اس کا پھیلانا۔ اس سلسلہ میں آپ ''ازالہ اوہام'' میں فرماتے ہیں: ''میں چاہتا ہوں کہ ایک تفسیر بھی تیار کر کے انگریزی میں ترجمہ کرا کران کے پاس بھیجی جائے (ص ۷۷۳)

''پھر بعد اس کے ایک کتاب مجھ کو دی گئی، جس کی نسبت یہ بتایا گیا۔ یہ تفسیر قرآن ہے جس کو علی نے تالیف کیا ہے اور اب علی وہ تفسیر تجھ کو دیتا ہے۔ فالحمد اللہ علی ذالک'' (تذکرہ صفحہ 21-22، براہین احمدیہ صفحہ 503)

حضرت مولانا محمد علی صاحب زندگی کے اس عظیم، مشکل اور کٹھن امتحان میں بفضل تعالیٰ کامیاب ہوئے اور امام زمانہ کے کشف کو دنیا کے سامنے پورا کر دکھایا۔ یہاں اس الہام کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ نے خود حضرت مولانا محمد علی صاحب کو سنایا۔

حضرت مسیح موعود اور خاکسار آگے پیچھے دونوں ایک گھوڑے پر سوار ہیں جو نہایت تیز رفتاری سے ایک شہر کے گلی کوچوں کے اندر سے دوڑ رہا ہے اور ہر کونے پر خطرہ ہوتا ہے کہ ٹکرا جائے۔ لیکن صاف نکل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک کھلے میدان میں ہم پہنچ گئے۔ اور وہاں ایک شخص ہے۔ جس نے خاکسار (محمد علی رحمتہ اللہ علیہ) کی طرف اشارہ کر کے کہا ان کا نام ہے ''مجدد دین''

(پیغام صلح 1935ء)

13 مارچ 1914ء نماز جمعہ کے وقت جب حکیم مولوی نور الدین صاحب نے باوجود ضعف کے حالتِ نماز میں تھے وفات پائی۔ اس کے بعد جو طوفان خلافت کے بارے میں قادیان میں برپا کیا گیا اُس کی تفصیل آپ حضرت مولانا محمد علی صاحب کی کتاب ''حقیقت اختلاف'' میں پڑھ سکتے ہیں۔ وفات کے بعد کچھ عرصہ آپ قادیان میں رہے۔ لیکن حالات سنگین ہوتے گئے اور مجبوراً حضرت مولانا محمد علی صاحب 20 اپریل 1914ء کو قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے اور احمدیہ بلڈنگس میں ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر قیام کیا۔ اس وقت احمدیہ بلڈنگس کی مسجد نہ تھی۔ بعد میں وہاں ایک چبوترہ بنایا گیا اور ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کے بالائی حصہ کے صحن میں مولانا محمد علی صاحب اور ان کے پاکباز ساتھیوں کا 22 مارچ 1914ء کو پہلی مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا اور 3 مئی 1914ء کو اسی مکان پر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی گئی۔ پیغام صلح، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے باقاعدہ آرگن کے طور پر نومبر 1913ء سے مولوی دوست محمد صاحب کی ادارت میں شروع ہوا۔ مجلس معتمدین کا پہلا اجلاس 3 مئی 1914ء کو ہوا۔

4 مارچ 1914ء کو حضرت مولانا نورالدین صاحب نے فرمایا:

''انگریزی ترجمہ اللہ کو مقبول ہوگیا ہے۔ الہاماً بشارت آگئی ہے''

جس بشارت کا اوپر ذکر ہے وہ جماعت کے ایک ملہم بزرگ (میر عابد علی شاہ صاحب) نے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو اُن کی بیماری کے آخری ایام میں اُس وقت سنائی جب ان کے پاس مولانا محمد علی صاحب اور بہت سے اور احباب جماعت بیٹھے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا نورالدین صاحب اور مولوی محمد علیؒ اور سب حاضرین مجلس اُسی وقت سجدہ شکر میں گر گئے۔

ہندو پاک کے مقتدر، اعلیٰ علمی، ادبی، مذہبی اور دینی شخصیات نے جب ترجمہ وتفسیر پڑھی، تو اپنی آراء کو اس طرح پیش کیا:

(۱) مولانا محمد علی جوہرؒ: (ایک مشفق دوست نے ایک ایسا تحفہ ہمیں بھیجا جس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔''

(۲) مولانا عبدالماجد درآبادی: مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کا انگریزی ترجمہ کر کے اسلام کی جو مہتمم بالشان خدمت سرانجام دی ہے اس کا اعتراف نہ کرنا سورج کی روشنی سے انکار کرنا ہے۔''

(۳) الحاج حافظ غلام سرور صاحب جنہوں نے قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ خود بھی کیا۔ فرماتے ہیں: ''انگریزی زبان میں کوئی اور ترجمہ یا تفسیر قرآن ایسی نہیں جو مولانا محمد علیؒ کی اس معرکتہ الآراء تصنیف کا مقابلہ کر سکے۔''

(۴) ایس، ایچ، لیڈر، انگلستان: ''اس کے اندر نور اور علم وفضل بھرا ہوا ہے ۔۔۔ یہ ترجمہ دنیا کی مذہبی تاریخ میں ایک نئے دور کی ابتداء ہے''

(۵) اخبار کویسٹ، لندن: ''یہ ایک ایسی تصنیف ہے جس پر ایک عالم وفاضل انسان فخر کرسکتا ہے۔''

(۶) اخبار مدارس میل: ''شاید ہی کوئی انگریزی ترجمہ قرآن اتنے عالی پایہ کا ہوگا۔''

(۷) اخبار ہندو، مدراس: ''کتاب کے مقدمہ میں اور تشریحی نوٹوں میں ایک علم کا خزانہ ہے۔ اس کے مصنف صحیح اور قابل اعتماد ترجمہ کے لئے مشہور ہیں۔

(۸) اخبار یونائیٹڈ انڈیا، دہلی: ''نسل انسانی نے جو اب تک تصنیف وتالیف کے میدان میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں ان میں مولانا محمد علیؒ کا انگریزی ترجمہ قرآن ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔''

(۹) اخبار ایسٹ اینڈ ویسٹ، انگلستان: ''ترتیب انتہائی قابل تعریف ہے۔ اسلام کے مذہبی لٹریچر میں یہ ایک قیمتی اضافہ ہے۔''

(۱۰) اخبار ٹائمز آف سیلون: ''اس تصنیف پر قابل مصنف بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں''۔

(۱۱) اخبار ایڈووکیٹ، لکھنو: ''ہم مولانا محمد علیؒ کو مبارکباد دیتے ہیں ان کا یہ ترجمہ سب تراجم سے بڑھ چڑھ کر ہے۔''

پادری زویمر اپنے مشہور مسیحی رسالہ ''مسلم ورلڈ، صفحات 289 تا 294 جولائی 1931ء میں لکھتے ہیں: ''مولانا کا ترجمہ ایک نہایت وسیع مطالعے اور دقیق ریسرچ پر مبنی ہے اور اس رنگ میں باقی کے تراجم Original Work نہیں کہلا سکتے۔''

انگریزی ترجمہ وتفسیر کے متعلق حضرت مولانا کا عزم بصیرت اور وسیع النظری

1909ء میں مولانا محمد علی صاحب (سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ قادیان اور ایڈیٹر ریویو آف ریلیجنز انگریزی واُردو) نے صدر انجمن احمدیہ کو اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کریم کرنے کے متعلق جو تجویز پیش کی اس میں اس طرح لکھا:

''جہاں تک میں نے غور کیا ہے کم از کم ایک سال تک یہ ضرورت ہوگی کہ ترجمہ کی تیاری کے لئے مختلف تراجم اُردو وانگریزی ولغت عربی وانگریزی کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کے بعد غالباً دو سال سے کم میں ترجمہ ختم نہ ہوسکے گا۔ اس طرح پر کم از کم تین سال میں تکمیل ترجمہ ہوگی اور ممکن ہے کہ اس سے زیادہ چار پانچ سال تک لگ جائیں۔ چونکہ یہ آٹھ نو ہزار روپے کا خرچ ہے اور میگزین کی طرح اس کا نتیجہ ساتھ ساتھ کوئی نہ نکلے گا۔ اس لئے ممکن ہے کہ بعض خیر خواہانِ قوم کے دل میں اس معاملہ میں بدظنی پیدا ہو۔ یہ ایک بڑا اہم اور نازک معاملہ ہے۔ اس میں احمدی انجمنوں کی رائے لی جائے تاکہ بعد میں موردِ الزام نہ بنوں۔ یہ ایک نیا کام ہے۔

اس لئے میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ کیسا ترجمہ کر سکوں گا۔ یہ سب معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔۔۔۔۔ہاں اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید شامل حال ہو تو یہ کام شاید اس طرح پر ہو جائے کہ دنیا کے لئے مفید ہو۔۔۔۔ان اخراجات کو برداشت نہ کرنے کی صورت میں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے لئے کوئی سبیل پیدا کر دے تو فارغ وقت میں جہاں ہو رہ کر تھوڑا تھوڑا اس کام کو کرتا رہوں۔ اس طرح پر آٹھ دس سال میں امید ہے یہ کام ہو سکے گا۔''

(دستخط محمد علی۔۳۰ مئی ۱۹۰۹ء)

چنانچہ مولانا محمد علی صاحب بدستور سیکرٹری صدر انجمن احمدیہ و ایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز رہے۔ انجمن کے تعلیم و تعمیرات اور تصنیف کے صیغے بھی آپ کے سپرد ہی تھے۔ اور تعلیم الاسلام ہائی سکول و بورڈنگ ہاؤس کی عظیم الشان عمارات تمام و کمال آپ کی ہی سعی اور نگرانی کا نتیجہ تھیں۔ اس کے علاوہ متفرق کام بھی آپ کرتے رہے۔ چنانچہ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۱ء کی مجلس معتمدین میں آپ نے مندرجہ ذیل رپورٹ پیش کی:

''رپورٹ ایڈیٹر ریویو ۲۶ جون ۱۹۰۹ء کے اجلاس میں میں نے رپورٹ پیش کی تھی کہ قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ کرنے میں قریباً تین سال یا اس سے کچھ زیادہ وقت لگے گا۔ چنانچہ اس وقت اڑھائی سال کے عرصے میں ۲۱ سپاروں کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اور امید ہے کہ باقی کام چھ ماہ کے عرصہ میں انشاء اللہ ہو جائے گا۔ مگر محض ترجمہ کا شائع ہونا ہی مفید نہ ہوگا بلکہ مندرجہ ذیل امور کا ساتھ شائع ہونا ضروری ہے:

(ا) مارجن جن میں کراس ریفرنس ہوں۔ یعنی قرآن کریم کے ایک مقام کے حوالے دوسرے مقامات میں حاشیہ میں دیئے جائیں۔

(۲) علاوہ ان مختصر نوٹوں کے جو ہر صفحہ پر ترجمہ کے نیچے ہوں گے۔ ذیل کے نوٹ ہوں:

(الف) ہر رکوع کے شروع میں رکوع کا خلاصہ اور اس کی آیات کا ربط مختصر الفاظ میں جو رکوع کی محض ہیڈنگ کی طرح ہو۔

(ب) ہر سورۃ کا شروع میں خلاصہ جس میں اس کا تعلق پہلی سورۃ سے دکھایا جائے۔

(ج) ہر سورۃ کے آخر میں اس سورۃ کے اہم مضامین پر ضروری نوٹ

(۳) ترجمہ کے شروع میں ایک مفصل انٹروڈکشن۔

ان امور کی تکمیل پر ترجمہ ختم ہونے کے بعد تین سال یا کم از کم دو سال لگیں گے۔ اس اڑھائی سال کے عرصہ میں جس میں ۲۱ پاروں کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ ترجمہ کے کام کے علاوہ اور متفرق کاموں پر بہت سا وقت صرف ہوا ہے۔ مثلاً رام پور اور مسوری کے مباحثات پر ایک ماہ صرف ہوا ہے۔ انجمن کے کاموں کا سرانجام دینے کے لئے مجھے اکثر اوقات ادھر ادھر جانا ہوتا ہے۔ خود یہاں انجمن کے صیغوں کے کام کی تکمیل میں روزانہ بہت سا وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ کتاب ٹیچنگز آف اسلام کی چھپائی کا کام بھی اس عرصہ میں ہوا ہے۔ اس کے ترجمے کی نظر ثانی پھر ٹائپ شدہ کاپیوں کو درست کرنا۔ پھر اس کتاب کے دوبارہ پڑھنے پر بہت سا وقت صرف ہوا۔ پھر کانونشن مذاہب الہ آباد کے لئے لیکچر تیار کیا گیا۔ اس کے علاوہ یہ امر میرے مدنظر رہا ہے کہ جو لکھوں ہر لفظ کی خود تحقیقات کر کے لکھوں۔ کیونکہ پرانے ترجمہ کو سامنے رکھ کر اس کی نقل شائع کرنا چنداں مفید نہیں۔ مسٹر مکالف نے گرنتھ صاحب کے چند حصص کا ترجمہ وغیرہ شائع کرنے میں پندرہ سال صرف کئے۔ اس لئے میری بھی رائے تھی کہ ترجمہ اس صورت میں مفید ہو سکتا ہے جب اس کے ساتھ مذکورہ بالا امور شائع ہوں۔'' (دستخط محمد علی ۲۷ دسمبر ۱۹۱۱ء)

حضرت مولانا نورالدینؒ کے عشق قرآن اور فہم القرآن کی عظمت

مولانا محمد علی صاحب نے مولانا نورالدین صاحب کی زندگی کے ان ایام کے متعلق ایک موقع پر فرمایا:

''یہ میری خوش قسمتی تھی کہ مجھے ان دنوں بھی ان سے قرآن سیکھنے کا موقع ملا۔ جب بستر مرگ پر پڑے ہوئے تھے۔ میں انہیں انگریزی ترجمہ قرآن مجید کے نوٹ سنایا کرتا تھا۔ وہ بہت بیمار تھے اور اس بیماری کی حالت میں بھی انتظار کرتے رہتے تھے کہ کب آئے گا محمد علی۔ اور جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو وہی

نورالدین جو بہت بیار تھا وہ ایک نوجوان کی طرح ہو جاتا۔ ان کے عشقِ قرآن کا ہی نتیجہ وہ کام ہے جو میں نے خدمتِ قرآن کے رنگ میں کیا۔''

(پیغام صلح مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۳ء)

اب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کی ڈائری کے چند اوراق سنیئے:

''۹ فروری ۱۹۱۴ء آج رات ہم چند احباب حضور کو کھانا کھلا رہے تھے۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ میں نے آپ سے بھی کچھ سیکھا ہی ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں نے تو حضور سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ فرمایا کہ مجھے تو قرآن ہی آتا ہے۔ وہی میں سکھا سکتا ہوں۔ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ حضور کو لمبی عمر عطا فرمائے اور ہم حضور سے قرآن سیکھیں۔ فرمایا مولوی محمد علی صاحب سے پوچھو مجھے کتنا قرآن آتا ہے۔ مولوی صاحب بہت محنت کر کے صدہا صفحے لکھ کر لاتے ہیں۔ میں ان کو مختصر کر دیتا ہوں۔ بعض اوقات وہ کہتے ہیں۔ آپ کی رائے تمام تحقیقات سے بالاتر ہے۔ پھر فرمایا کہ مجھے مولوی صاحب نے بہت خوش کیا ہے۔ میرا دل باغ باغ ہو گیا ہے۔ انہوں نے یاجوج ماجوج اور اصحاب کہف اور ذوالقرنین کی تحقیقات عجیب کی ہے۔ انسائیکلوپیڈیا چھان مارے ہیں۔ کیا مسئلہ صاف کیا ہے۔ واہ واہ واہ۔''

(پیغام صلح ۱۵ فروری ۱۹۱۴ء، ۲۸ اکتوبر ۱۹۳۵ء)

انگریزی ترجمہ کی تکمیل واشاعت پر حضرت مولانا محمد علیؒ کا اظہار تشکر

آخر کار قریباً سات سال کی محنت کے بعد اپریل ۱۹۱۶ء میں آپ نے ترجمہ اور تفسیر کے کام کو ختم کیا۔ مورخہ ۲۸ اپریل کے خطبہ میں آپ نے یہ خوشخبری جماعت کو سنائی۔ سورۃ فاتحہ، سورۃ الفلق اور سورۃ الناس پڑھ کر فرمایا:

''انسان اللہ کی مدد سے ہی کسی کام کو شروع کر سکتا ہے اور اللہ کی مدد سے ہی اُسے نبھا سکتا ہے۔ آج میرے لئے ایک خوشی کا دن ہے۔ کئی سال سے میں ایک کام پر لگا ہوا تھا۔ اور وہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ تھا۔ آج اس کو اللہ کے فضل سے میں نے ختم کر لیا ہے۔ مجھے یہ خوشی اس لئے نہیں کہ جیسے ایک طالب علم کو امتحان دے کر ہوتی ہے کہ کچھ فرصت کا موقع ملے گا۔ اور چند دن آرام ہو سکے گا۔ بلکہ خوشی اس لئے ہے کہ جتنا عرصہ میں اس کام میں لگا رہا ہوں۔ مجھے خیال آتا تھا کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں کہیں ایسے نہ ہو کہ یہ کام بیچ میں ادھورا ہی رہ جائے۔ یوں تو اللہ کے ہاں آدمیوں کی کوئی کمی نہیں۔ وہ تو اس کا اپنا کام تھا۔ کسی نہ کسی طرح سرانجام پا لیتا۔ اگر اس نے میرے جیسے تنکے کو اٹھا کر کھڑا کر دیا تو اور کسی سے وہ اپنا کام کیوں نہ لے سکتا۔ لیکن انسان کے لئے بڑی خوشی کی بات یہ ہوتی ہے کہ جس کام کو وہ شروع کرے اُسے اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی میں تکمیل تک بھی پہنچاوے۔۔۔۔''

''جو میں تمہیں کہتا ہوں کبھی یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے ہاں سپرد کرتا ہوں''

دین کے لئے مال دینے کی دردمندانہ اپیل

''۔۔۔۔۔اے صاحبانِ مال میں آپ سے کن الفاظ میں اپیل کروں۔ آپ کے شرح صدر نہ ہونے کے عذر نے میرے سینے کو تنگ کر دیا۔ آپ کی خاموشی میری زبان بند کر رہی ہے۔ اس لئے پھر اے مولیٰ تیرے آگے ہی گرتا ہوں۔ رب اشرح لی صدری ویسرلی امر وحلل عقدۃ من لسانی یفقھو اقولی۔

سید البشر حضرت محمد صلعم کے الفاظ میں اپیل کروں:

اقسم باللہ مانقص مال من صدقہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ خدا کی راہ میں دینے سے گھاٹا نہیں پڑتا۔

یا خداوندِ عالم کی آواز آپ کے کانوں تک پہنچاؤں:

ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم یہ مال آپ کے نہیں۔ اگر مومن ہو تو اللہ یہ مال آپ سے خرید چکا ہے۔

انما المومنون الذین امنو باللہ ورسولہ وجاھد وابام الھم وانفسھم فی سبیل اللہ مومن صرف وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلعم پر ایمان لا کر اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرتے ہیں۔

انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ من ذالذی یقرض اللہ

قرضا حسنا فیضعفه له و له اجر کریم

تم مال کے مالک نہیں۔ مالک کی طرف سے نائب ہو۔ نائب کا کام نہیں کہ بادشاہ کا حکم آئے تو اسے رد کرے۔ خدا کے لئے اپنے مال کو کاٹ کر دیدو۔ تو اللہ تمہیں کئی گناہ کر کے دے گا۔

آپ خدا کی راہ میں دینے میں تامل کرتے ہیں۔ اس کے دو پہلو ہی ہو سکتے ہیں کہ یہ مجھ میں یا انجمن میں بعض نقصوں کی وجہ سے ہو۔ اور ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کے دلوں میں مال دنیا کی محبت کی وجہ سے ہو۔ اگر پہلی صورت ہے تو آپ کا مال دے دینے کی وجہ سے آپ کا ثواب کم نہیں ہو جائے گا۔۔۔۔ اور اگر دوسری وجہ ہے تو پھر یہ بڑے خسارے کا موجب ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہماری مشابہت ان لوگوں سے ہو جائے جن کے متعلق خدا فرماتا ہے:

ترجمہ: ''منافق مرد اور منافق عورتیں قیامت کے دن نور مانگیں گے۔ تو انہیں کہا جائے گا کہ پیچھے لوٹو اور اس دنیا میں جا کر اپنے مال خرچ کر کے نور حاصل کرو۔۔۔ پھر وہ مومنوں کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ وہ کہیں گے کہ اوپر سے تو تھے لیکن تم نے اپنی جانوں کو فتنے میں ڈالا اور انتظار کرتے رہے کہ کل کریں گے۔ اور پرسوں کریں گے اور طرح طرح کے شکوک تمہارے دلوں میں اٹھتے رہے اور دنیا کی آرزوؤں نے تمہیں دھوکا دیئے رکھا۔۔۔۔ یہاں تک کہ اللہ کا وہ حکم آ گیا جس کے ذریعہ تمہیں مال سے بے دخل کر دیا گیا۔''

''وہ تزکیہ نفس جسے ہم دل سے چاہتے ہیں اور وہ نور جسے خدا کی عبادت سے حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ تب ہی مل سکتا ہے کہ مال کی محبت دلوں سے نکل جائے۔ سب سے بڑا طاغوت مال کی محبت ہے۔ اس سے بچو۔ خدا کے دین کو ایک بیٹے کی طرح سمجھ لو کہ دو کے ساتھ تیسرا یا تین کے ساتھ چوتھا حصہ وار اسے بنا دو۔''

(پیغام صلح ۱۲۲ کتوبر ۱۹۳۸ء)

☆☆☆☆

رمضان المبارک میں
تہجد اپنے اُوپر لازم کرلیں

یہ ایک مجاہدہ کا مہینہ ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کے بہت سے قیمتی اور بابرکت مواقع حاصل ہوتے ہیں۔ رحمت باری جوش میں ہوتی ہے۔ قلوب دُعا اور عبادت کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ اس سے ہمیں فائدہ اُٹھانا چاہیے۔ پنج وقتہ نماز باجماعت کی پوری پابندی کے علاوہ کم از کم اس ماہِ مبارک میں نماز تہجد کو اپنے اُوپر لازم کر لینا چاہیے۔

دُعاؤں پر خاص زور ہو۔ تنہائی میں اور مل کر دونوں طریق پر دُعائیں کی جائیں۔ خدمت دین اور اشاعت قرآن ہمارا سب سے بڑا مقصد اور غلبہ اسلام ہماری سب سے بڑی آرزو ہے۔ لہذا ہماری دُعائیں بھی زیادہ تر اسی مقصد کے حصول کے لئے ہونی چاہئیں کہ:

''اے اللہ! تو اسلام کو غالب کر اور ہمیں توفیق دے کہ ہم تیرے پاک دین اور تیری مقدس کتاب قرآن کریم کو دُنیا کے دور دراز گوشوں میں پہنچا سکیں تو اس غرض کے لئے ہمت و عزم اور سامان و ذرائع عطا فرما۔ صحیح دُعا وہی ہے جو انسان دلی تڑپ اور خلوص کے ساتھ کرے۔ خواہ وہ کسی زبان میں ہو۔ لیکن قرآن و حدیث کی بعض دُعائیں ایسی ہیں جو عربی الفاظ میں ہیں اور زیادہ موثر اور جاذبِ برکات ہو سکتی ہیں۔ لہذا ان دعاؤں کو نماز تہجد اور دیگر نمازوں کے اوقات میں ضرور پڑھیں اور بار بار دہرائیں۔

یہ دُعائیں جناب میاں نصیر احمد فاروقی کی کتاب ''مسنون دعائیں'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

☆☆☆☆

جماعتی خبریں

تقاریب بسلسلہ یوم وصال مسیح موعودؑ

جماعت لاہور:

مرکزی انجمن کے زیراہتمام مورخہ 22 مئی 2016ء بروز اتوار ''یوم مسیح موعودؑ'' کی تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے کیا گیا۔ حافظ محمد جمال صاحب (اوکاڑہ) نے تلاوت قرآن مجید کا فریضہ سرانجام دیا۔ ملفوظات مسیح موعودؑ سیاب احمد صاحب (زیر تربیت واعظ) نے پڑھ کر سنائے۔

منظوم کلام اطہر رسول صاحب نے مترنم آواز سے سنایا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم فضل حق صاحب نے سرانجام دیئے۔ انہوں نے بہت ہی خوبصورت انداز میں پروگرام کے شروع میں حضرت صاحب کے آنے کی غرض اور آپؑ کے لافانی مشن کی ترویج وترقی کے راز پر روشنی ڈالی اور آپؑ کی بیش بہا دینی خدمات کو بڑے ہی شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا۔

مقررین میں حافظ انس حمید صاحب، قاری ارشد محمود صاحب، محی الدین صاحب اور جرمنی سے الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے عامر عزیز صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی، آپؑ کے مشن اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کے دفاع کے سلسلہ میں حضرت صاحبؑ کی خدمات کا تذکرہ کیا۔ عامر عزیز صاحب نے خصوصاً ایک انگریز مصنفہ کی کتاب کے حوالے سے یہ بتایا کہ فتنہ عیسائیت کا مقابلہ اگر عالم اسلام میں سے کسی نے ڈٹ کر کیا تو وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی تھے جنہوں نے نہ صرف خود ادیان باطلہ کا مقابلہ کیا بلکہ ایک جماعت بھی تیار کر دی جس نے مغربی اقوام کے ہاں اسلام کا روشن چہرہ واضح کر دیا۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے بڑے موثر انداز میں حضرت صاحبؑ کے تعلق باللہ، عشق رسولؐ اور ان کی پاکبازی اور تقویٰ پر روشنی ڈالی اور حضرت صاحب کی نصائح میں سے جماعت کو نصیحتیں کیں اور جماعت کی ترقی وفلاح کے لئے درد دل سے دعا فرمائی۔

تقریب کے اختتام پر شاملین مجلس کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

جماعت راولپنڈی:

ہر سال کی طرح امسال بھی راولپنڈی میں مورخہ 28 مئی 2016ء بروز ہفتہ ''یوم مسیح موعودؑ'' کی تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ راولپنڈی، پشاور و گردونواح سے کثیر تعداد میں جماعت کے لوگوں نے شرکت کی۔ مرکز میں سے بھی کافی لوگوں نے شمولیت اختیار کی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم حمود الرحمٰن صاحب نے سرانجام دیئے۔ پروگرام کا آغاز صاحبزادہ ہارون صاحب کی پرکیف تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ اس کے بعد راولپنڈی جماعت کے بچوں نے، نعت، ملفوظات مسیح موعود اور منظوم کلام پیش کیا۔ جن میں رافع علیم اور عراف علیم اور دیگر بچے شامل تھے۔ چھوٹے بچوں نے قرآن کی مختلف سورتیں اپنی طوطلی زبان میں سنائیں۔

مقررین میں مبارک احمد صاحب (نوجوان مقرر) مکاشفہ صاحبہ (نوجوان مقررہ) محترمہ حمیرہ ملک صاحبہ، محترم فضل حق صاحب، محترم طیب اسلام صاحب، محترم قاری ارشد محمود صاحب اور محترم طاہر صادق صاحب شامل تھے۔

تمام مقررین نے مختلف انداز میں حضرت صاحب کے آنے کی غرض، آپؑ کے دعاوی اور آپؑ کی بیش قدر دینی خدمات کا تذکرہ کیا اور اس زمانے کے علماء کی رائے آپؑ کی پاکبازی، طہارت قلبی اور خدمات دینی کی بابت بیان کی اور یہ کہ کس طرح آپؑ نے اس زمانے کے فتنے لادینیت، عیسائیت،

آریہ سماج، دیوسماج، مغربی فلسفہ اور دیگر مذاہب کا ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن اس کے بدلے میں نام نہاد حامیان اسلام نے آپؒ کو ہر طرح سے ایذا پہنچانے کی کوشش کی۔

مقررین نے یہ بھی بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اسی طرح کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ جس طرح آپؒ سے پہلے داعیان الی اللہ کو کرنا پڑا۔

تقریب کے درمیان میں بہن عظمٰی اسامہ صاحبہ اور تبسم منظور صاحبہ نے دل سوز آواز میں منظوم کلام پڑھ کر بھی سنایا۔

آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تقریر فرمائی جس میں انہوں نے جماعت کے افراد کو حضرت مسیح موعود کی پیروی کرتے ہوئے اللہ پر یقین اور بھروسہ کرنے کی تلقین کی اور اپنے آپ کو حضرت صاحب کی نہج پر خدمات اسلام کے لئے تیار کرنے کی نصیحت کی اور اس کے ساتھ ساتھ خدمات دینیہ اور اشاعت اسلام کے لئے چندوں کو بڑھانے اور اس فریضہ دینیہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی ترغیب دلائی اور جماعت کی ترقی و استحکام کے لئے دعا فرمائی۔

تقریب کے اختتام پر مہمانوں کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔

جماعت اوکاڑہ:

29 مئی 2016ء کو ''یوم مسیح موعود'' کے سلسلہ میں بعد از نماز عصر تقریب منعقد ہوئی۔ کثیر تعداد میں افراد جماعت نے شرکت کی۔ جماعت لاہور کے بہت سے افراد بھی اس تقریب میں شامل تھے۔

تقریب کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا۔ تلاوت قرآن کریم ارسلان شکیل اور محمد احمد سیال نے کی۔ ملفوظات قاری فضل الٰہی صاحب نے پڑھے، سٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم چوہدری ریاض احمد صاحب نے سرانجام دیئے۔

تقریب کا افتتاح پروفیسر عزیز احمد صاحب نے کیا۔ انہوں نے آنے والے مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور چودھویں صدی کے مجدد کے مقام اور کام پر روشنی ڈالی اور مسیح موعود کے زمانہ کے حالات کا جائزہ پیش کیا۔

مقررین میں محترم فضل حق صاحب، محترم محی الدین صاحب، محترم قاری ارشد محمود صاحب شامل تھے۔ محترم فضل حق صاحب نے نوجوانوں کے اذہان میں حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق اٹھنے والے سوالات کا مدلل انداز میں جواب دیا اور اسکے ساتھ ساتھ انہوں نے حضرت مسیح موعود کے کارناموں پر روشنی ڈالی۔

محی الدین صاحب نے احمدی ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں نوجوانوں کے کندھوں پر آتی ہیں۔ ان کا ذکر کیا اور حضرت مسیح موعود کی زندگی کی روشنی میں ان کے لئے زندگی کا لائحہ عمل پیش کیا۔ تقریب کے دوران نمازیں جمع کی گئیں۔

اس کے بعد قاری ارشد محمود صاحب نے حضرت صاحب کی سیرت، آپؒ کی دین اسلام کے لئے محنت شاقہ اور عزم و استقلال کا ذکر کیا اور یہ بھی بتایا کہ کس طرح حضرت مسیح موعودؑ نے تمام ادیان سے اسلام کے لئے خراج وصول کیا اور ان ادیان کے عقائد باطلہ کو مات دی۔ اس کے بعد پروفیسر عزیز احمد صاحب نے اختتامی کلمات ادا کیے اور قاری ارشد محمود صاحب نے جماعت کی ترقی اور اوکاڑہ جماعت کے افراد کے لئے خصوصیت سے دعا فرمائی۔ تقریب کے آخر میں مہمانوں کی خدمت میں عشائیہ پیش کیا گیا۔

جماعت کراچی:

جماعت کراچی نے یوم مسیح موعودؑ 29 مئی 2016ء کو جامع کراچی میں منعقد کیا۔ بفضل تعالیٰ جماعت کراچی کی کثیر تعداد میں مرد خواتین اور بچوں نے شرکت کی۔ اجلاس شام 5 بجے شروع ہوا۔ نماز عصر یعقوب عزیز صاحب نے پڑھائی۔ تلاوت قرآن مجید جناب اقبال احمد صاحب نے کی۔ اور ساتھ ہی حضرت صاحب کی کتاب اتمام حجت سے چیدہ چیدہ واقعات بیان کئے۔ منظوم کلام کا فریضہ شفق عمر صاحبہ نے ادا کیا۔

یعقوب، یحیٰی اور دانیال نے قرآن سنایا۔ ثانیہ یعقوب اور شمس مبارک نے تقریر کی۔ آمنہ سعید صاحبہ نے ''ضرورت مجدد'' پر اظہار خیال کیا۔ عائشہ یعقوب صاحبہ نے حضرت مسیح موعود کی زندگی پر روشنی ڈالی۔ محترم مبشر عمر

صاحب نے حضرت صاحب کے دعاوی پر لیکچر دیا اور سوالات کے جوابات دیئے۔

آخر میں اقبال احمد صاحب نے دعا کروائی۔ اور نماز مغرب پڑھائی۔ اس کے بعد حاضرین کی تواضع چائے وغیرہ سے کی گئی۔

بھدرواہ (جموں کشمیر) میں:

حسب سابق امسال بھی یوم مسیح موعودؑ کی تقریب کا انعقاد 26 مئی 2016ء کو بھدرواہ میں کیا گیا۔ یہ دن ایک بار پھر سے فتح حق اور عقائد باطلہ کے فرقان کی تجدید کے طور پر منایا گیا۔ جس میں مقامی جماعت کے علاوہ جموں وکشمیر سے افراد جماعت نے شرکت کی۔ جن میں تقریب کا آغاز حسب معمول تلاوت کلام پاک وترجمہ (اردو وانگریزی) سے ہوا۔ جس کی سعادت محترم چوہدری عبدالشکور صاحب گنائی نے حاصل کی۔

نعت رسول مقبول مبنی بر کلام مسیح موعودؑ محترم چوہدری ظفراللہ گنائی نے پڑھ کر سنائی۔

اس کے بعد حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ کا ریکارڈ کیا گیا خصوصی پیغام حاضرین کو سنایا گیا جس میں سالانہ دعائیہ کے مقاصد عالیہ، جماعت احمدیہ کی ذمہ داریوں اور جماعت کی سالمیت واستحکام کے لئے کوششوں کی نصائح اور دعا شامل تھی۔

اس کے بعد محترم بشارت اقبال صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کے نصائح پر مبنی ملفوظات پڑھ کر سنائے۔ محترم چوہدری عبدالحفیظ صاحب نے منظوم کلام پیش کیا۔ محترم چوہدری ریاض احمد صاحب (جموی) نے مسیح محمدی وناصری کے مابین مماثلت پر تقریر فرمائی۔ اس کے بعد چوہدری عبدالشکور صاحب گنائی نے صدارتی خطبہ پیش کیا جو اسلام اور علوم قرآنیہ کے حیرت انگیز انکشافات اور مقصد حیات اور تقویٰ اللہ کے بلند درجات پر مبنی تھا۔ اسی کے ساتھ ہی تقریب کا اختتام ہوا۔

اگلے دن 27 مئی 2016ء کو اطفال الاحمدیہ نے بھی تقریب کا اہتمام کیا جس میں نوجوانان احمدیت اور اطفال احمدیت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

زکوٰۃ

رمضان کا مبارک مہینہ شروع ہوگیا ہے۔ صاحب حیثیت لوگوں پر خدا اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مطابق زکوٰۃ فرض ہے اور شریعت قرآن کے حکم کے مطابق اڑھائی فی صد زکوٰۃ ادا کرنا ہر صاحب نصاب پر فرض ہے۔

تمام احباب جماعت جو نصاب زکوٰۃ کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں جمع کرواکر شکریہ کا موقع دیں۔ انجمن کے خزانہ میں جمع زکوٰۃ حکم قرآن کے مطابق غرباء، یتامیٰ، مساکین، بیوگان وغیرہ پر خرچ کی جاتی ہے۔

امید ہے آپ جلد از جلد اس فرض کو ادا کریں گے اور اپنی زکوٰۃ خزانہ انجمن میں جمع کرائیں گے۔

والسلام

جنرل سیکرٹری

احمدیہ انجمن لاہور

فدیہ توفیق روزہ کا موجب ہے

ایک بار میرے ذہن میں آیا کہ یہ فدیہ کس لئے مقرر ہے تو معلوم ہوا۔ یہ اس لئے ہے کہ اس سے روزہ کی توفیق ملتی ہے۔ خدا ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا ہی سے طلب کرنی چاہیے۔ وہ قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی طاقت روزہ عطا کر سکتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ ایسا انسان جو دیکھے کہ روزہ سے محروم رہا جاتا ہوں تو دعا کرے کہ الٰہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے۔ میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال رہوں یا نہ رہوں یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں۔ اس لئے اس سے توفیق طلب کرے۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے قلب کو خدا طاقت بخش دے گا۔ اگر خدا چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے لئے رکھی ہیں۔ میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینے میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا اُسے محروم نہیں رکھتا اور اسی حالت میں اگر رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہو جاتی ہے کیونکہ ہر کام کا مدار نیت پر ہے۔ مومن کو چاہیے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا کی راہ میں دلاور ثابت کرے۔ جو شخص کہ روزہ سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت دردِ دل سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا اور روزہ رکھتا۔ اس کا دل اس بات کے لئے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ جو نہ ہو۔ تو خدا تعالیٰ ہرگز اُسے ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔ یہ ایک باریک امر ہے۔ اگر کسی شخص پر اپنے نفس کی کسل کی وجہ سے روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا تو ایسا آدمی جو خدائی نعمت کو خواہ اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آ گیا اور اس کا منتظر ہی تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر بوجہ بیماری کے نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزہ سے محروم نہیں۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اہلِ جہان کو دھوکہ دیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کر اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں لیکن وہ خدا کے نزدیک صحیح نہیں۔ تکلف کا باب بہت وسیع ہے۔ اگر انسان چاہے تو اس کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر ہی نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا اُسے اصل ثواب سے بھی زیادہ دیتا ہے کیونکہ دردِ دل ایک قابلِ قدر شے ہے حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں ہے''۔ (فتاویٰ احمدیہ ص ۱۰۵)